جلد 18 شمارہ 11 ماہ نومبر 2016ء صفر المظفر 1438ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضورﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسولﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری
0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

روشنی اور رحمت کی طرف

(محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

ہر انسان کے اندر اس کی وہی روح کارفرما ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کر چکی ہے۔ اس کا تعلق مادّے سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے۔ اس کی سرشت میں اللہ تعالیٰ کی محبت ڈال دی گئی ہے۔ گویا ہر انسان کے اندر اللہ کی محبت کا ازلی چراغ روشن ہے لیکن مادّی وجود کی وجہ سے اس جوہرِ لطیف کے گرد طرح طرح کی کثافتیں لپٹی ہوئی ہیں۔ اس دنیا میں آکر جوں جوں انسانی جسم پھلتا پھولتا اور اس کے حواس ترقی کرتے ہیں اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے تو خواہشات بھی بڑھتی اور پھر بڑھتی چلی جاتی ہیں اور لامحدود ہو جاتی ہیں۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو بھول کر ان کی پیروی میں لگ جائے، قناعت اور توکل کو چھوڑ کر مادی آسائشوں کے سمیٹنے کی دلدل میں پھنس جائے تو پھر اس کی ہوس اسے ''زیادہ سے زیادہ اور سب سے زیادہ'' کے سراب کے پیچھے بھٹکاتی پھرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرماں نصیبی کی اس داستان کو دو لفظوں میں بیان کر دیا ہے: **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** ''کثرت کی جستجو نے ہی تجھے بھٹکا دیا ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد و پیمان اور اس کی طرف سے بھیجے گئے ہدایت کے سامان کے باوجود کفر و ایمان کے راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب انسان کی اپنی صوابدید پر ہے۔ وہ چاہے تو اپنے ربّ کی محبت اور اطاعت کی راہ اختیار کر کے مادّی کثافتوں اور متعلقہ اندھیروں سے نکل کر حریم کبریاء کی طرف محوِ پرواز ہو جائے اور چاہے تو اپنے محبوبِ حقیقی کو بھول کر مادّی لذات اور نفسانی خواہشات کے اندھیروں میں گم ہوتا چلا جائے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس ۔8 تا 10)

''پھر اسے بدکاری اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی۔ جس نے روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ خسارے میں رہا''۔

اللہ تعالیٰ کے دین کا ہر جزو اس ہدف کے حصول کیلئے وضع کیا گیا ہے کہ انسان دنیا و مافیہا کی محبت میں گرفتار نہ ہو اور اس کے اندھیروں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرض عبادات علائق دنیا کی محبت کو

توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو فروغ دینے کے پُر از حکمت اور بہترین ذرائع ہیں۔ شریعت میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت کے چراغ کو غذا فراہم کرتے، دل کی سیاہی کو دھوتے اور اللہ کے قریب کرتے ہیں اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے، قلب کو سیاہ کرتے اور اللہ سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔ جو اعمال اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دور کرنے والے ہیں وہ کبیرہ گناہ کہلاتے ہیں اور باقی صغیرہ مجھے اُمید ہے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ ثواب و گناہ کا پیا نہ روح کی لطافت اور کثافت ہی ہے۔ آپ اس نکتہ نظر سے احکام شریعت پر جتنا غور فرمائیں گے یہ حقیقت روشن ہوتی چلی جائے گی کہ پورا نظام ہی انسان کو ازل میں کئے گئے عہد و پیان پر قائم رکھنے کیلئے ترتیب دیا گیا ہے تا کہ وہ صراط مستقیم پر چلتے ہوئے اپنے مقام محمود تک پہنچ جائے۔

ایں ہمہ اسباب استحکام تست
پختہ و محکم اگر اسلام تست
روح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام
فرد ناہموار و ملت بے لگام

شریعت کے تمام احکام تمہیں تقویت پہنچانے اور اللہ کی راہ میں استقامت بخشنے کے اسباب ہیں بشرطیکہ تیرا اسلام زبانی کلامی اور رسمی نہ ہو بلکہ پختہ و پائیدار ہو اور تو اللہ کی محبت کا سچا طلبگار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی دین کا مقصود اور عبادات کی روح رواں ہے۔ جب سے یہ حقیقت نظر سے اُوجھل ہوئی اور ہم اصلی کی بجائے نسلی مسلمان بن گئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق و شوق ہماری عبادات سے رُخصت ہوگیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اسلامی معاشرہ کے افراد افراط و تفریط کا شکار ہو کر جادہ حق سے ہٹ گئے ہیں اور من حیث القوم ان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عشق اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی ملت اسلامیہ کی شیرازہ بند قوت ہے۔ وحدت افکار و کردار سے ملی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ جب عشق کی آگ بجھی تو یہ اُمت جو ایک شعلہ جوالہ تھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ اسلامی شعائر کا ظاہری ڈھانچہ اور اس کے بنیادی ارکان نماز، روزہ، قربانی و حج

تو سب باقی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے مال اور جانیں فروخت کر دینے والی قوم اور حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے خلق عظیم کی حامل خیر الامت باقی نہیں رہی۔ دین کی اصل حقیقت آنکھوں سے اوجھل کر دینے اور فروعات کو دین بنا دینے کی وجہ سے ہی فرقہ پرستی نے جنم لیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کے علمبردار مسلمانوں کے ہاتھ آج اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور ہم خود ہی اسلام کی رسوائی کا باعث بن کر اللہ رحیم و کریم کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہم السلام انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات مٹانے، تفرقے ختم کرنے اور خون ریزی روکنے کیلئے بھیجے تا کہ وہ زندگی کے اصل مقصود یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے متحد ہو جائیں۔ حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کے فرمان اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ دین تو خیر خواہی کا نام ہے جس میں انسانوں کو پیار بھری نصیحتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بندگی کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔ اس میں ظالموں کا خاتمہ اور بے کسوں کی دستگیری ہے۔ اس میں مخلوق خدا کی خدمت اور بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جس دین میں جبر کیلئے کوئی جگہ نہ ہو۔ جس میں کسی بھی انسان کو برے القاب سے پکارنے اور اس کی دل آزاری سے روک دیا گیا ہو۔ جس میں باطل مذاہب کے جھوٹے خداؤں اور بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا گیا ہو، اس سراپا رحمت دین میں عداوت و نفرت اور بد زبانی کیونکر جگہ پا سکتی ہے۔ یہ ساری خرابیاں قرآن و سنت سے ہٹ کر گھڑے گئے عقیدوں، مسلک پرستی اور شخصیت پرستی کے شاخسانے ہیں۔ دین اسلام کا تو ہر پہلو رحمت و رافت کا مظہر اور رہر حکم اللہ تعالیٰ، اس کے پیارے رسول ﷺ اور اس کی پیاری مخلوق کی محبت کا داعی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی دعوت بھی نوری ہے اور نور کے ذریعے نور کی طرف ہی راہنمائی کرتی ہے تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب بن کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ٥ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ٥ (المائدۃ 15. 16)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے جس سے اللہ

اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے"۔

دوسری طرف ایک ناری دعوت بھی موجود ہے جو نار سے پیدا کئے گئے شیطان کی طرف سے ہے اور نارِ جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔اس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے۔

یَا یُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِا للّٰهِ الْغَرُوْرُ o اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِo(فاطر :5تا6)

"لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ شیطان فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔ شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں"۔

دنیا کی زندگی کے دھوکے اور مادی لذتوں کے اندھیرے نہایت خطرناک اور سخت بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں اِسی لئے ان سے بچنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے ۔انسان کی تخلیق کے موقع پر ملائکہ نے صرف مادے کے ظلمات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ انسان زمین میں خون ریزی اور فساد برپا کریگا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو اپنی محبت کا شوق اور بندگی کا ذوق ودیعت فرمایا تھا اس کی بناء پر فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ثابت ہوئی ہیں۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی سے منہ موڑ کر مادی خواہشات کے اندھیروں کے قیدی بن گئے انہوں نے یہاں خوب فساد مچایا اور خون بہایا ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہدو پیمان کے مطابق اطاعت و محبت والی زندگی بسر کی وہ مخلوق خدا کیلئے سراپا رحمت بن کر کامیاب ہو گئے ۔اللہ تعالیٰ کا دین اہل ایمان کو اللہ کے رنگ میں رنگ کر رحمت و رافت اور محبت و شفقت کے عملی نمونے بنانا چاہتا ہے ۔ایسا کیوں نہ ہو کہ دین کا سارا نظام ہی رحمت پر استوار ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ ارشاد فرمایا۔ **كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام ۔ 54)** تمہارے ربّ نے اپنی ذات کیلئے

رحمت لکھ رکھی ہے اور اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا :

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن (الانبیاء ۔107)

اور ہم نے آپ کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' اور یہ بھی آپ ہی کی شان میں ارشاد ہوا۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ (التوبتہ۔128)

''وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں''۔ آپ پر اللہ تعالٰی نے جو کتاب انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل کی اس کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤمِنِیْنَo (بنی اسرائیل ۔82)

''اور ہم قرآن کے ذریعے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے''۔ اور رحمت کے اس نظام میں داخل ہونے والے مومنین کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ۔اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ (الفتح۔29)

''وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں''۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالٰی کی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے اور آپ نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مومن نہ بنو اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو ۔یہ ہے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق اسلام کا مزاج اور اس کا رنگ۔ اب بتائیے کہ دین رحمت کے گلشن کی پیار بھری فضاؤں میں غصہ ونفرت، بغض وعداوت، جبر وظلم، بدزبانی، گالی گلوچ، دل آزاری اور خون ریزی کے لئے کیا جگہ ہے؟ اُمت مسلمہ کے ہر فرد کو اللہ تعالٰی کی محبت اور حضور رحمتہ اللعلمین ﷺ کے خلق عظیم کا نمونہ بن کر اہل جہان کے لئے باعث رحمت بن جانا چاہئے۔

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است
خلق را دست وزبانش رحمت است

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

قیامت پر بات چلی تو باباجانؒ نے فرمایا: قیامت کے آثار یہیں موجود ہیں۔ زمین کے اندر جو لاوا ہے، یہی باہر آجائے تو یہ بڑی تباہی مچا سکتا ہے۔اس سے پہلے بھی یہ ثبوت ملے ہیں کہ یہ North pole جو ہے یہ پہلے South pole تھا۔زمین پہلے بھی کئی بار اوپر نیچے ہوچکی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ اب بھی یہ Techtonic plates کے کچھ کچھ حصوں کو جوڑیں تو لگتا ہے کہ یہ پہلے ایک حصہ تھا۔یہ پلیٹیں بھی علیحدہ علیحدہ ہوگئی ہیں۔

باباجانؒ نے فرمایا: Plates تو اندر ہیں۔جس پر یہ آتش فشاں کے سلسلے ہیں۔ہاں یہ تو نظر آتا ہے کہ مختلف Pieces کو جوڑیں تو ایک حصہ نظر آتے ہیں لیکن یہ حادثے جو ہیں اوپر والا Pole نیچے۔یہ جو زمین سے لاوا نکلتا ہے،اس میں Magnetparticles ہوتے ہیں پہلے وہ Floating کے دوران دبے ہوتے ہیں مگر وہ اب North - South پول میں Set ہو جاتے ہیں۔وہ جم جاتے ہیں۔اب اس سے نیچے کھودا تو جو اوپر North اور South پول تھے تو نیچے اس کے الٹ تھا۔ یعنی چند صدیوں پہلے جو لاوا نکلا تھا اس کے Magnet جو ہیں،ان کا North - South pole اب جو ہیں ان کا Opposite تھا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت یہ North کی جگہ South تھا اور South کی جگہ North تھا۔

یہ جو چودھویں صدی کی بات ہوتی ہے،یہ باباجیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ Ultimate destruction نہ ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ اس دوران کوئی ایسا واقعہ یا حادثہ

ہو جائے ۔اس میں یہ پہلے بھی زمین بلکہ لکھا ہوا ہے کہ ۲۰۰۰۰ سال کے بعد وہ وقت آتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایسا کوئی حادثہ ہو جائے ۔کوئی سیارہ ٹکرائے یا جو مرضی ہو اور پھر یہ زمین ہل کھا جائے South جو ہے یہ North ہو جائے اور North جو ہے یہ South ہو جائے ۔اس میں یہ ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ جو ہیں یہ نیچے سے کہیں یہ صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

اب بھی آپ دیکھیں یہ معدنیات جو ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کبھی سمندر کے نیچے تھیں۔ آپ راولپنڈی جائیں، وہاں راستے ہیں جو چٹانیں نظر آتی ہیں، ان میں وہ گول گول سے پتھر لگے نظر آتے ہیں، اب گول پتھر جو ہے یہ دریاؤں کے Bed پر ہوتا ہے، پہاڑوں پر تو نہیں ہوتا، وہ (پتھر) وہاں چلتے چلتے گول بن جاتے ہیں ۔یہ جو پتھر کو توڑتے ہیں اور Road پہاڑوں کو توڑ کر بناتے ہیں، وہ تو سارے ویسے ہی ہوتے ہیں مختلف سائز کے مگر یہاں گول پتھر جو ہیں وہ پہاڑوں کے اندر لگے ہوئے ہیں ۔یہ کیسے نکلے؟ کبھی ہوسکتا ہے کہ یہ زمین پر ہوں، پانی چلتا تھا تو اس کی وجہ سے گول ہو کر اوپر لگے ہوں ۔یہ ساری چیزیں تحقیق کی ہیں کہ یہ سب کیسے ہوسکتا ہے؟

جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ نے کہا کہ قیامت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے Universe میں آئے گی ،زمین پر تو صرف نہیں آئے گی ۔

باباجانؒ نے فرمایا: یہ کہا جاتا ہے کہ قیامتِ صغریٰ اور قیامتِ کبریٰ۔ یہ قیامتِ صغریٰ، جب بندہ مر گیا تو اس کے لئے یہی قیامت ہے ۔زمین پر آگئی تو ہمارے لئے وہی قیامت ہو گی ۔پوری کائنات میں وہ آئے یا نہ آئے مگر ہمارے لئے وہ ایسا ہو جائے۔ وہ جو پوری Universe کے لئے ہے کہ سارے آسمان توڑ پھوڑ دیے جائیں گے مگر یہ جو ہے اس کے بارے میں باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے بھی لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ایسا کوئی حادثہ ہو جائے کہ آبادی مر جائے، بڑے بڑے شہر غرق ہو جائیں، سارا جغرافیہ بھی Change ہو جائے ،یہ ہوسکتا ہے۔

یہ جو Magnet particles ہوتے ہیں یہ مختلف ادوار میں مختلف حالات کی

نشاندہی کرتے ہیں۔ پہلے ان کا North pole دوسرا تھا، وہ پھر Change ہو گیا۔ معلوم نہیں ابھی کیا کیا انکشافات ہوں گے۔اللہ میاں تو کہتے ہیں کہ عنقریب تم دیکھو گے، تمہارے نفسوں کے اندر ہم تمہیں نشانیاں دکھائیں گے۔اب ان (امریکیوں) کو یہ تو پتا چل چکا ہے کہ یہ (زمین) تباہ ہوسکتی ہے،اب ان کی مختلف Theries ہیں۔کبھی کہتے ہیں کہ Global warming ہو رہی ہے، زلزلے آئیں گے، سیلاب آجائیں گے، Coastal cities جو ہیں یہ سارے Dip ہو جائیں گے۔

اب یہ تیل اور پٹرول نکال رہے ہیں، زمین کے اندر ایک خلاء یا Flux پیدا کر رہے ہیں۔یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہ Disturb کرے۔یہ Matel اور کیا کچھ جو ہے یہ زمین کے بطن سے ہم نکال رہے ہیں۔اچھا تو نہیں ہے۔Equilibrium جو ہے اسے Disturb کر رہے ہیں ایسے ہی خلاء کو بھی کر رہے ہیں۔اللہ نے کو کہا ہے کہ

وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۔ (سورۃ الرحمان ۵۵: آیت ۹)

خبردار! Balance کو خراب نہیں کرنا۔یہ جو بنایا ہے ایک نظام پر بنایا ہے۔ Balance پیدا کیا ہے۔خبردار اس کو نقصان نہیں پہنچانا۔اس کا مطلب ہے کہ یہ بندے کے بس میں ہے تب ہی اللہ میاں Warning دے رہا ہے۔یہ خراب کرے گا۔کرسکتا ہوگا تب ہی کہا ہے کہ اس کو خراب نہیں کرنا۔اسے ہم خراب تو کر ہی رہے ہیں۔ترازو میں جو Balance ہوتا ہے اس میں سے اگر ایک دانہ بھی اٹھالیں تو وہ Balance خراب ہو جاتا ہے۔اب چاند سے جو پتھر لائے ہیں، یہ راکٹ آپ نے اُدھر پھینکے ہیں اور وہ وہاں Add ہو گئے ہیں تو Definitely وہ Balance جو ہے وہ خراب ہوگا۔وہاں سے پتھر جو یہ لا رہے ہیں، چٹانیں اُٹھا کے زمین پر Test کیلئے تو ظاہر ہے یہ بھی خراب ہو رہا ہے۔اسی طرح سے دوسرے سیاروں پر پھینک رہے ہیں۔ایک مرتبہ تھا کہ یہ راکٹ جا کر اُدھر کہیں گرے گا دوسرے سیارے پر۔ جو چیز Balance ہوتی ہے وہ ایک چھوٹی سی چیز اٹھانے سے بھی خراب ہوتی ہے۔اللہ نے کہا ہے

کہ یہ Balance کوخراب نہیں کرتا۔ یہ زمین کا تو ہم اربوں ٹنوں کے حساب سے پٹرول نکال رہے ہیں۔ یہ سب کدھر گیا؟ غائب ہوگیا۔ اس کا Weight تو گیا۔ بم بنا کے اُڑا دیا۔ یہاں سے کتنے ہزاروں لاکھوں گاڑیاں، جہاز، اور کیا کچھ جاتا ہے۔ وزن تو کم ہوا زمین کا۔ خدا آبادی بڑھا کر اس کوخود Balance نہیں کر رہا؟ کہ اتنے بندے اور پیدا کر دیے۔ Ecology بھی تو ہے یہ کہ وزن اندر سے کم ہوگیا تو اوپر اللہ تعالیٰ نے آبادی بڑھادی کہ اس کا وزن جو ہے وہ صحیح رہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ یہ بڑی بڑی Buildings بنا دی ہیں۔

باباجانؒ نے کہا کہ یہ جو Buildings ہیں یہ اور بات ہے۔ یہ ادھر کا مادہ تھا، ادھر ہی رہا، یہاں سے اُٹھا کر وہاں لگا دیا، اصل مادہ تو وہی رہا وزن میں۔ وہ تو ادھر کا ہی Weight تھا لیکن زمین کے اندر سے نکال کر جو جلا دیا، وہ تو اُڑ گیا۔

اسی بھائی نے کہا کہ وہ Liquid سے Gas میں Convert ہوگیا۔

باباجانؒ نے فرمایا: گیس تو بنا مگر وہ Weight تھا۔ جسم میں Balance تو Weight کا ہے۔ Centrifugal forces جو ہیں یہ اسے دور پھینکنا چاہتی ہیں اور سورج اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اب وہ Weight ایک Balance میں ہے۔ اب زمین کا (یہ وزن) اگر زیادہ ہوجائے تو یہ بھاگ جائے گی نظام سے۔ اگر کم ہوگیا تو یہ سورج اور سیارے اسے کھینچ لیں گے شاید۔ قیامت کا وہ ہے منظر کہ چاند اور سورج اکٹھے ہو جائیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ زمین کے اندر سے یہ Weight ختم ہوگیا تو اس چاند اور زمین کو سورج کھینچ لے گا۔ وہ (چاند اور زمین کا نظام) اپنے Orbit سے Change ہو جائے گا۔ Orbit کا مطلب ہے کہ وہ Perfect balance کی State میں ہیں۔ جتنا اس کی Centrifugal force نے اسے وہاں رکھا ہوا ہے، وہ چل رہا ہے اس کے آگے۔ اب اس کا اگر Weight زیادہ ہوجائے گا تو وہ اسے نزدیک کر دے گا۔ Balance اس کا Change ہو جائے گا۔ Centrifugal force جو اس کو Throw کر رہی ہے، وہ Weight اسے

کیے ہوئے ہے ۔ستونوں کے بغیر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے زمین وآسمان کھڑے Balance کیے۔وہ (ستون)نظر نہیں آتے ۔ان کے درمیان ایک قوت نے Balance پیدا کر رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ نہ اِدھر جا سکتی ہے، نہ اُدھر جا سکتی ہے ۔اگر آپ کے پاس یہ زمین ہے اور اوپر Magnet ہے اور آپ کوئی ایسی چیز درمیان میں کھڑی کر سکتے ہیں جہاں اس کا Magnition اور Gravity برابر ہو جائے تو یہ Stay کر جائے گی۔ وہاں اس کا Balance ہو جائے گا۔اللہ تو کہتا ہے کہ ہم نے یہ Balance کر رکھا ہے لیکن تم نے یہ Balance خراب نہیں کرنا۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ . (سورۃ الرحمان ۵۵۔آیت ۹)

وزن کو صحیح رکھنا۔اب وزن میں گڑبڑ جو ہے تو خراب ہو گیا ہے ۔اللہ میاں نے انسان کو کہا ہے،اس کا مطلب ہے کہ یہ اس (انسان) کی Power میں ہے ۔یہ اس کی Grip میں ہو گا۔وہ (انسان) آ جائے گا Balance خراب کرنے کی Position میں ۔اس (انسان) کو Warn کیا ہے پہلے ۔ہو سکتا ہے کہ اس Balance کو خراب کرنا خطرناک ہو۔ابھی پچھلے دنوں آیا تھا کہ یہ خلاء میں جو Ozone ہے یہ Damage ہو گئی ساری۔ یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ اب یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ کتنا خطرناک کام ہو گیا ہے۔اب یہ Industrialized states جو ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ یہ جو گیس ریلیز کرتی ہیں، یہ سیدھی اوپر جاتی ہے۔ اس Compresser میں جو گیس بھری ہوتی ہے یہ سیدھی اوپر جاتی ہے۔یہ جو Ozonelayer بنی ہے اسے توڑیں گے تو اس کے اثرات تو ہوں گے ۔اب کیا کریں گے،اس کے پریشر میں یہ فریج اور سہولیات کو تو کوئی بند نہیں کرے گا۔وہ جو (ممالک) Environment کی میٹنگ کر رہے تھے، انہیں کا یہ سارا قصور ہے۔ وہاں ہی ساری انڈسٹری ہے، وہاں ہی ہر گھر میں دو دو، چار چار کمپریسر کی چیزیں ہیں۔اب ان کو بند بھی نہیں کر سکتے۔یہی تھا کہ یا تو Alternate کوئی گیس نکالی جائے ،اس پر کام کیا جائے، یا اس کمپریسر کی گیس کی ڈسپوزل کا کوئی بندوبست

کیا جائے لیکن وہ اتنے Forehead جا چکے تھے کہ: There is no return.

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے جو Gravity کے بارے میں لکھا ہے کہ فرشتے جو زمین پر اترتے رہتے ہیں وہ Diving مارتے ہیں، یہ اس سے بنی ہے۔ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ فرمانے لگے کہ باباجیؒ نے لکھا ہے کہ مجھے جو عرفان ہوا وہ اس طرح ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات اس وقت نہیں آتی تھی جب باباجیؒ نے کی تھی۔ بڑی گہری بات تھی۔ لفظی معنی تو یہ ہیں مگر ہمیں جو اللہ میاں نے بتایا وہ یہ ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے۔ جب باباجیؒ نے Explain کیا تو بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

باباجانؒ نے دوبارہ بات شروع کی: پانی ہے۔ جیسے اس میں اوپر سے بندہ Dive مارتا ہے، وہ پانی سے Flash ہوتا ہے اور اندر چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت سی ہوا بھی اندر چلی جاتی ہے۔ یہ ہوا بلبلے بن کر باہر آتی ہے۔ پہلے یہ اندر چلی جاتی ہے پانی کے ساتھ اور بعد میں یہ واپس باہر بلبلے بن کے نکلتی رہتی ہے۔ پانی کی بھی Surface جو ہے وہ Smooth ہو رہی ہے۔ کوئی پانی کی دھار اِدھر اُدھر جا رہی ہے۔ پہلے پانی بھی اس کے ساتھ جاتا ہے۔ اندر جاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہوا بھی جاتی ہے۔

فرشتے جو ہیں یہ ہمہ وقت اللہ کے احکامات لے کر زمین کی طرف Dive کرتے رہتے ہیں۔ احکامات اوپر سے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ فرشتہ آپ یہ سمجھیں کہ Electro-magnetic energies ہیں جو Dive کرتی رہتی ہیں۔ اب جو اندر جاتی ہیں۔ اب فرشتہ احکامات لے کر نازل ہوتا ہے تو سمجھیں کہ جیسے وہ پانی اور ہوا کی مثال ہے کہ ہوا جاتی ہے۔ اسی طرح ایک Energy جو ہے وہ اس کے ساتھ جا رہی ہوتی ہے Dive کر کے۔ وہی Pull کی صورت بن جاتی ہے۔ چاروں طرف سے Earth جو ہے، اس کے اندر Waves جو ہیں، وہ چل رہی ہیں۔ وہی اس کی کشش کا سبب بنتی ہیں۔ وہ جو Waves اندر آ رہی ہیں ان میں کوئی بھی چیز آئے گی، اس کو وہ کھینچ کر اندر لے آئیں گی۔

وہ Magnetic بھی نہیں ہیں مگر ایک Gravity ہے، Pull ہے، آپ محسوس کر سکتے ہیں۔
اس کا فارمولا بھی جو ہے وہ سائنس کے مطابق ہے، وہ Distance کے مطابق ہے۔
یہ جو Electronic diving جو ہے یہ اس کی کشش ہے۔ Gravity کہتے ہیں کہ
یہ Electron کی کشش ہے۔ اب یہ فرشتے جو Dive کرتے ہیں، اس کی وجہ سے مخفی ہے۔

یہ 'میزان' کا جو ذکر ہو رہا ہے، (قرآن پاک کے) ترجموں میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ترازو اتارا۔ ترازو کا لکھتے ہیں ترجموں میں۔ ترازو میں گڑبڑ نہ کرو۔ ڈنڈی نہ مارو۔ اب
Balance کا، میزان کا ترجمہ 'ترازو' ہوتا ہے کہ خدا نے ترازو اُتارا ہے آسمان سے۔ یہ تو لنے
والا جو ہے ترازو۔ اس کو بھی Balance کہتے ہیں۔ یہ بھی Balance ہے۔ ایک وہ
Balance ہے۔ یہ جو آج کل Bullet trains چلتی ہیں، ان کا کہتے ہیں کہ Wheels
پٹڑی کے ساتھ Touch نہیں کرتے جب وہ چلتی ہیں۔ پٹڑی کو Wheel جو ہے
وہ Touch نہیں کرتا۔ وہ Up ہو کے چلتا ہے۔ Magnetic track وہ بناتے ہیں۔
وہ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ اگر آپ ایک گلاس بھی رکھ دیں تو ایک قطرہ نہیں گرے گا۔ اس Train میں
کوئی Vibration نہیں ہے۔ کچھ نہیں ہے جو Bullet train چلتی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ جیسے جہاز میں ہوتا ہے!۔

باباجانؒ نے کہا کہ جہاز بھی اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے مگر وہ نہیں ہوتی۔ لبالب گلاس بھی
رکھ دیں گے تو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔ جب چلتی ہے ٹرین تو اس کا ٹریک ہے مگر
یہ ٹریک سے اوپر چلتی ہے۔ جب وہ چلتی ہے تو ٹریک Touch نہیں کرتا۔ وہ مشینیں، پنکھے بھی
بنائے ہوئے ہیں Compasses کے کہ وہ جو اوپر جانے کے لئے بنائے ہیں، اسے آپ
چلا کے چلے جائیں، کل بھی آئیں گے تو وہ چل رہا ہو گا۔ وہ Magnet سے ہے کہ اسے آپ
چلا کے چلے جائیں اور پھر آئیں تو وہ چل رہا ہے۔ کوئی Resistance اس کو Stop کرنے
والی ہے ہی نہیں۔ ایسے ہی اور کئی مشینیں ہیں گھومنے والی کہ وہ اندر Touch نہیں کرتیں۔

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے فرمایا کہ جو سیانی قومیں ہیں وہ کام کرتی ہیں۔ آگے آگے Research and development کرتی ہیں۔ ہر Idea جو ہے وہ ان کی طرف سے آتا ہے۔

حاضرین میں سے بھائی نے کہا کہ وہ ریسرچ کرتے ہیں۔ کچھ چیزیں انسانیت کے فائدے کیلئے بنا لیتے ہیں، کچھ نقصان کے لئے۔ باباجانؒ نے فرمایا: یہ تو آپ پر Depend کرتا ہے۔ یہ ساری چیزیں جو آپ کے پاس ہیں، نقصان دہ بھی ہیں۔ استعمال پر Depend کرتا ہے کہ In which hand it is اور وہ کیسے اسے استعمال کرتا ہے۔ دونوں پہلو ہیں۔ Medicine جو ہے یہ ڈاکٹر کو پتا ہے کہ آپ اسے غلط استعمال کرسکتے ہیں۔ کسی کو مارنے کیلئے، کسی کو زہر دینے کیلئے، لیکن ان کے Ethics ہوتے ہیں۔ یہ آگاہ کرتے ہیں کہ تم اس کو Miss use کر سکتے ہو لیکن ایک Ethics بتائی جاتی ہے ہر ایک کو کہ آپ نے اپنے Patient سے یہ نہیں کرنا۔

انسانی ریسرچ جو Power دیتی ہے آپ کو۔ اب Power کو آپ کہاں استعمال کرسکتے ہیں۔ اب ہاتھ بھی Power ہے۔ اب قابیل نے جو مار دیا تھا ہابیل کو تو اس کے پاس بندوق تو نہیں تھی۔ ہاتھ سے ہی مارا ہوگا۔ اسی سے پتھر مارا، یا گلا گھونٹا۔ جب نیت خراب ہوگئی تو پھر ہاتھ ہی تھے، ان سے اُس (ہابیل) کو مار ڈالا۔ ویسے ہی ہے۔ اب 'ہتھیار' کو بھی 'ہتھ یار' کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا ہاتھ ہے، 'ہاتھ کا یار' ہے وہ۔ اس کو بھی Arms کہتے ہیں۔ ہتھیار بھی Arms ہے تو یہ Arms کی Extension ہوگئی۔ ایٹم بم بن گیا۔ یہ ہوگیا، وہ ہوگیا۔ اب یہ Arm ہی ہے آپ کا۔ اب یہ اس کا Use جو ہے یہ آپ کی Will پر ہے۔ اگر آپ Purify ہوگئے تو اس کا استعمال ٹھیک ہی ہوگا۔ صحیح جگہ پر ہوگا۔ اگر نہیں ہیں تو صحیح نہیں ہوگا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 12.08.1999

آپ کا پریم پتر ملا۔ الحمد اللہ آپ اب بالکل ٹھیک چل رہے ہیں۔ استقامت کے ساتھ سلسلہ کے معمولات جاری رکھیں اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اتباع میں عالمگیر محبت کو اپنالیں۔ انسانیت کیلئے بھلا سوچیں اور بھلا ہی کریں۔ مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق اور مالک تسلیم کر کے اپنی مرضی کو اپنے مولا کی مرضی پر قربان کر دیتا ہے اور ہر حال میں اپنے آقا سے راضی رہتا ہے۔ عبادت یعنی بندگی کا یہی مفہوم حقیقی ہے۔

مرشد نائب رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے مظہر الٰہی ہوتا ہے۔ مُرشد کی محبت کا غلبہ اور اس کے پیار میں آنسوں بہنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت ہے۔ قلب کا یہ خشوع وخضوع اور سوز وساز اللہ کی محبت میں کامیابی کے ضامن ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔

''وہ مومن فلاح پا گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔''

ایک مرتبہ آپ نے رونے کے بارے میں پوچھا تھا کہ بلا سبب رونا کیوں آتا ہے؟ ۔ اس کا جواب قرآن میں بھی مل گیا کہ جب روحیں حقیقت آشنا ہو جاتی ہیں یعنی کسی اللہ والے کی روح سے فیضان کی وجہ سے عرفانِ حق ہوتا ہے تو فرطِ محبت سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں: (دیکھئے قرآن 83:5)

اللہ تعالیٰ آپ کو ذکر وشکر اور حسنِ عبادت کی شاہی سڑک پر گامزن رکھتے ہوئے اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین!

حضور ﷺ کی تلقین کی ہوئی بہت ہی پیاری اور جامع دُعا آپ فرضوں کی ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھتے رہا کریں:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۝

ذکر میں نمازیں، فرض و نوافل، ذکرِ نفی اثبات و پاس انفاس، درود شریف اور دیگر اوراد اور قرآن کریم کی تلاوت شامل ہے۔ شکر سے مُراد اللہ تعالیٰ کی انگنت نعمتوں پر تدبر و تفکر، احسان شناسی اور تسلیم و رضا کی راہ اپنانا اور ہر حال میں اپنے آقا سے خوش رہنا ہے۔

طریقِ اہلِ دُنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں رُوباہی و میشی

یعنی آہ و فغاں کو روک کر رکھنا اور مصائب پر صبر کرنا بلکہ ان پر خوش ہونا شیروں کا شیوہ ہے۔ اور ہر وقت شکوے شکائتیں اور مَیں مَیں کرتے رہنا بھیڑ بکریوں اور لومڑیوں کا روّیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیّین میں داخل فرمائے۔ باباجیؒ کے فرمان کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کا یہی شعار ہے کہ: "**ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل**" بس اس لئے مردِ میداں چاہئیں جو راستے کی ہر رکاوٹ کو عبور کرتے ہوئے حریمِ کبریاء کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔ میری دُعائیں اور میری جان بھی آپ بیٹوں کے لئے حاضر ہے۔ آپ ہی میرا سرمایۂ حیات اور زادِ آخرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا قرب و دیدار نصیب فرمائے اور بانیٔ سلسلہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا فیض بانٹنے اور اپنی مخلوق کی اصلاح و فلاح کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔ بانیٔ سلسلہؒ کی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھیں گے تو نئے نئے معانی کھلتے چلے جائیں گے۔ اسی طرح قرآن کریم کا مطالعہ بانیٔ سلسلہؒ کے ارشاد کئے ہوئے طریقے پر جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام امتحانوں میں امتیازی کامیابی عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین۔

مقتدرِ اعلیٰ اور انسان

(میجر جنرل عبدالرحمٰن)

اللہ جل شانہ کی تعریف جتنی بھی کی جائے کبھی مکمل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ''لیس کمثلہ شانہ''، کن فیکون کا مالک، کون و مکاں کے خالق کا کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اللہ جل شانہ کی طاقت کن فیکون پہ جتنے اعتراضات انسانی عقل وفہم نے کئے ہیں ان کا کوئی جواز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے شروع کر کے اپنے پیغمبروں اور نبیوں کے ذریعے انسان کو صرف زبانی کلامی ہی نہیں بلکہ تحریری طور پر یہ واضح پیغام دیا کہ میں وحدہ لاشریک ہوں اور کن فیکون کی طاقت کا واحد مالک ہوں جو چاہوں، جب چاہوں بغیر کسی وقتی وقفہ کے کرگزرتا ہوں۔

سب سے پہلے اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰؑ کو پتھر پہ لکھ کر واضح پیغام دیا تاکہ کسی کو شک نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نہ مٹنے والا ہے۔ لیکن انسان نے اپنی عقل پہ بھروسہ کر کے حضرت موسیٰؑ کے تقریباً دوسو سال کے اندر ہی ان پتھروں کو دریا برد کردیا۔ اصلی فرمان کی شکل و صورت ہی بگاڑ دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو کتاب کی شکل میں بائبل عطا کی لیکن عیسیٰؑ کے ماننے والوں نے اسکو موجودہ تقریباً تیرہ کتابوں میں تبدیل کردیا۔ انہوں نے اپنی ہی عقل کو بہتر جانا۔ اللہ کی طاقت کن فیکون کو ماننے سے انکار کردیا۔ اپنی عقل ہی کو ہر چیز پہ حاوی کردیا۔ اللہ کی واحدانیت کو پس پشت ڈال دیا۔

آخر میں اللہ کریم نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو قرآن کی شکل میں

سب کی موجودگی میں کتاب عطا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کو اسکی صحیح حالت میں رکھنا اپنی ذمہ داری فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی چیلنج کر دیا کہ کوئی اس جیسی ایک آیت بھی لکھ کر قیامت تک نہیں دکھا سکے گا۔ آج قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ یہ عرصہ چودہ سو سال سے زیادہ وقت پر محیط ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خصوصاً اپنی کن فیکون کی طاقت کے بے بہا کرشمے بیان کئے ہیں یہاں صرف چیدہ چیدہ کا ہی ذکر بیان کر کے اللہ کی شان بے نیازی واضح کرنے کی کوشش پہ اکتفا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طاقت کن فیکون کے مظاہر:

۱) حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کے حکم پر زندہ آگ میں ڈالا گیا۔ مگر اللہ جل شانہ کے حکم کن پہ آگ اپنی تمام تر تمازت کے باوجود گل گلزار بن گئی۔

۲) حضرت موسیٰؑ نے دریا پہ اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی مار کر راستہ بنا دیا اور قوم موسیٰ با آسانی پار گزر گئی۔ انسانی عقل نے اب مدتوں بعد اس عمل کو مدو جزر سے تشبیہ دے کر اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کیا ہے۔ عجب بات ہے کہ بات تو لاٹھی مار کر راستہ بنانے کی ہے۔ جبکہ مدو جزر تو آجکل بھی ویسے ہی ہوتا ہے۔ اسے لاٹھی مار کر بنانے سے کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔

۳) حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ملکہ صبا کا تخت جب آنکھ جھپکنے میں لا دیا گیا تو آج تک کسی نے چیلنج نہیں کیا۔

۴) حضرت محمد ﷺ کے واقعہ معراج انسانی عقل سے اس قدر بعید تھا کہ آج تک اسے عقلی کسوٹی پہ پرکھا نہیں جا سکا۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کن فیکون کی زندہ مثال ہے۔

جب انگریزوں نے 1857 میں ہندوستان فتح کیا اور مغل خاندان کو مکمل طور پر دلی سے نکال کر ملک برما میں قتل کر دیا۔ تو انہوں نے سب سے پہلے ایک بورڈ بنایا جس میں اس زمانہ

کے انگریزوں کے مشہور عقلمند ممبر بنائے۔ انہیں یہ کام سونپا گیا کہ پتہ کریں ہندوستان کی مختلف قوموں کو کس طرح کنٹرول کیا جائے۔ مختصراً ان کی مندرجہ ذیل عقلی دلیلیں تھیں۔

ہندوستان میں اکثریت ہندو قوم کی ہے۔ جو آٹھ سو سال کے زیادہ عرصہ سے مسلمانوں کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ تو خوش ہیں کہ ان کے آقا تبدیل ہو جائیں گے۔ وہ خوشی سے انگریزوں کے ماتحت نئی زندگی کا آغاز کریں گے وہ ایک ماتحت قوم کے طور پر فرمانبردار قوم کا ثبوت دیں گے۔

۲) مسلمان قوم ناخوش ہے۔ ان کے دلوں میں اب بھی امید ہے کہ کبھی نہ کبھی دوبارہ آزادی حاصل کر سکیں گے۔ ان کے دلوں سے یہ خواہش نہیں نکالی جا سکتی۔ اگرچہ موجودہ حالات میں وہ ظاہراً بے بس ہیں۔

۳) مندرجہ بالا حالات میں انگریزوں کو اپنی حکومت چلانے کے لیے بڑی احتیاط برتنی ہوگی۔

۴) مسلمان مجموعی طور پہ اپنے بزرگوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ کوئی ایسا بزرگ سامنے لائیں جو مذہب اسلام میں ظاہراً رہتے ہوئے ان میں تفرقہ پیدا کر سکے۔ یہ مشکل کام انگریز حکومت بکھری ہوئی یہودی قوم سے ملکر کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً یہ کام اب ہمارے سامنے مرزائیت کی شکل میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ شیطان الرجیم کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ جو اس کی بے بہا طاقتوں کو تا قیامت چیلنج کرتا رہے گا۔ موجودہ وقت مسلمانوں کے لیے خصوصاً بہت مشکل وقت ہے۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

بیٹیاں (اللہ کی خاص رحمت)

(پیر خان توحیدی)

افسردہ نگاہیں مرجھایا ہوا چہرہ اور بوجھل قدم ہر اس شخص کے غم کے غماض ہوا کرتے تھے جسے بیٹی کی پیدائش کی نوید سنائی جاتی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے نظریں چرائے اور منہ چھپائے لا متناہی فکروں کے سمندر میں غوطے کھاتے کھاتے بالآخر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کیوں نہ اس ماتھے کے کلنک کو ہمیشہ ہی کے لیے دھو ڈالے تا کہ کچھ تو نجابت و تفاخر کا بھرم رہ جائے اگر قسمت کی دیوی اس معصوم جان کا ساتھ دے بھی دیتی تو اس کے والدین چھ سات برس اس کو اپنے گھر میں جینے کا حق دیتے پھر معاشرے کے طعنوں سے تنگ آ کر اسے موت کے کنویں میں ابدی نیند سلا دیتے۔

دورِ جہالت میں مرد ویسے بھی عورت کو ذلیل اور حقیر سمجھا کرتے تھے ان کی نگاہوں میں عورت کی کوئی قدر و منزلت تھی اور نہ ہی وہ اسے اس کے حقوق دیا کرتے تھے۔ بچیوں کی پیدائش ان کے لیے سوہان روح ہوتی اور بچیوں کی پیدائش کی بجائے ان کی موت پر مبارک باد دیا کرتے تھے۔ کچھ ایسے ظالم اور سنگ دل بھی تھے جو بیٹی کا باپ کہلانے کی بجائے اس کا گلہ دبا کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتے تھے۔ وہ بیٹی کو نجاست کا ڈھیر اور شیطان کا نمائندہ سمجھا کرتے تھے۔ بیٹی کی ولادت کا سن کر حقارت اور ناراضگی کی تیوریاں پیشانی پر نمودار ہو جایا کرتی تھیں۔ ایسے لوگوں کا نقشہ قرآن پاک میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے ''کہ جب اس کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے لوگوں سے چھپا تا پھرتا ہے کہ بری چیز کے بعد لوگوں کو کیا منہ دکھائے گا، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رکھے یا مٹی میں دبا دے'' (سورۃ النحل)

روزِ محشر جب اللہ رب العزت کی کچہری لگے گی اور کسی کو بھی انصاف سے محروم نہ رکھا جائے گا تو اس معصوم ناتواں اور بے زبان بچی کی بھی دادرسی ہو گی اور اسے انصاف دیا جائے گا۔

اللہ رب العزت نے فرمایا: اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی تھی'' یہاں اگرچہ کلام براہ راست تو اس لڑکی سے ہو رہا ہے مگر بالواسطہ طور پر اس کے والدین کی سخت سرزنش ہو رہی ہے۔ کیا جواب دے گا وہ ظالم اور سنگ دل باپ جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بچی کو زندہ در گور کیا ہوگا۔ جس نے اپنی ناک اونچا رکھنے کے لیے اپنی لخت جگر کا گلہ دبایا ہوگا جس نے مفلسی سے بچنے کی خاطر اپنی بچی کو قتل کر دیا ہوگا۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو۔ ہم انہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔(بنی اسرائیل)

زمانہ جاہلیت میں دختر کشی جیسا سنگ دلانہ رواج عام تھا لوگ بچیوں کے قتل کو کوئی گناہ نہ جانتے تھے بلکہ اس پر فخر محسوس کرتے کیونکہ قتل و غارت ان کا پیشہ بن چکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آیا اور ابراہیم خلیل اللہ کی دعا رنگ لائی تو اللہ رب العزت نے ان کے اندر ان ہی میں سے ایک ایسا نبی ﷺ مبعوث فرمایا جنہیں رحمت للعٰلمین کے لقب سے نوازا گیا۔ آپ ﷺ آئے تو دنیا میں بہار آئی دونوں جہانوں کے لیے پیغام امن و سلامتی لائے۔ صنف نازک کو بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ نئی زندگی مل گئی اور اس کے والدین کو اس کی پرورش کرنے پر جنت کا مژدہ سنایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بیٹی والدین کے لیے رحمت ہے اور بیٹا نعمت ہے۔ اس شرف و امتیاز نے بیٹی کو خواتین میں مقام ارفع پر فائز کر دیا اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیٹیاں دے کر آزمایا گیا پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے تو قیامت کے دن لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی (بخاری و مسلم) ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو قیامت کے دن، میں اور وہ اس طرح کھڑے ہونگے'' اپنی دونوں انگلیوں کو باہم پیوست کر کے دکھایا (مسلم)۔

حضور اکرم ﷺ کی آمد مبارک سے عورت کو دنیا میں جینے کا حق ملا اور معاشرے میں عزت کا مقام حاصل ہوا اور کہا گیا کہ جس کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ رب العزت

اس کے پاس فرشتے بھیجتے ہیں وہ فرشتے گھر والوں سے کہتے ہیں اے گھر والو تم پر سلامتی ہو پھر اس نومولود بچی کو اپنے نوری پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنے نوری ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک کمزور جان ہے جو کمزور جان سے نکلی ہے قیامت تک اس کے کفیل کی مدد کی جائے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی کفالت کرتا ہے اس پر جنت واجب ہے۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی کفالت کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی واجب ہے۔صحابہ نے پھر عرض کی اگر ایک بیٹی اور ایک بہن کی کفالت کرتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی واجب ہے۔آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا جو شخص دو یا تین لڑکیوں کی سرپرستی کرے گا وہ بہشت میں میرا ہم نشین ہوگا۔

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا جس کے گھر میں ایک لڑکی ہو پھر وہ اسے نہ زندہ درگور کرے نہ اس کی توہین کرے نہ اسے طعن و ملامت کرے اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دے۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اسلام سے قبل دورِ جہالت میں دختر کشی جیسا سنگ دلانہ رواج عام تھا اسلام نے اس صریح گناہ کی صریح الفاظ میں مزمت کی اور دختر کشی کو گناہ عظیم قرار دے کر اسے اسلامی معاشرہ سے ختم کیا۔اگر چہ یہ لعنت اسلامی معاشرہ سے ختم ہوگئی ہے تاہم آج کل بھی کچھ لوگ موجود ہیں جو عاشق رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت پر جان عزیز کا نذرانہ بھی پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں لیکن جب ان کے دلوں کو ٹٹولا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح بیٹی کی آمد کو خوشگوار نہیں سمجھتے بلکہ اس پر رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ بیٹی کی پیدائش کو اپنے لیے ننگ و عار تصور کرتے ہیں بعض لوگ تو آنسو بہا کر افسوس کرتے ہیں اور کچھ نا سمجھ لوگ تو یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے ہیں کہ اس بار اگر بیٹا نہ ہوا تو بیوی کو طلاق دے دونگا

ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآن کہتا ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ صرف بیٹے دیتا ہے اور کچھ کے مقدر میں صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں اور کچھ لوگوں کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں سے نوازا جاتا ہے جبکہ کچھ لوگوں کی جھولی میں کچھ نہیں ڈالتا اور انہیں بانجھ کر دیتا ہے۔(الشوریٰ)

جو لوگ بیٹیوں کو رحمت کے بجائے زحمت سمجھتے ہیں اور انہیں ہر معاملہ میں کم تر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں لکھ پڑھ کر کیا کرنا ہے۔ آخر گھر کا کام کاج ہی تو کرنا ہے لہٰذا ان کے لیے تعلیم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اچھا لباس اچھی غذا اور دیگر ضروریات زندگی کے معاملوں میں بھی بیٹیوں کو بیٹوں سے کم سمجھتے ہیں اور بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ افسوس ہے ایسے والدین پر جو جاہلیت کے زمانے کو بھی پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد مبارک سے عورت کو دنیا میں جینے کا حق اور معاشرے میں عزت کا مقام ملا۔ نبی رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ جو شخص لڑکی رکھتا ہے اللہ کی نصرت و برکت اور بخشش اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ تعلیم نبوی ﷺ کی ہمہ گیریت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے صدقہ پر آگاہ نہ کروں۔ عرض کی ضرور مہربانی فرمائیے۔ فرمایا وہ بیٹی جو طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کا کمانے والا کوئی نہ ہو اس کی کفالت کرنا تیرے لیے بڑا صدقہ ہوگا۔ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کسی بھی مسلم گھرانے کے لیے بے پناہ خوشیوں اور مسرتوں کا باعث ہیں۔ دین دار والدین یقیناً اس سے خوش ہوتے ہیں کہ بچیاں ان کے لیے جنت کا دروازہ کھول رہی ہیں اور جہنم سے آڑ بن رہی ہیں۔ مگر نہایت افسوس اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں آج پھر وہی فرسودہ اور خوفناک حالات پیدا ہو رہے ہیں جیسے دورِ جاہلیت میں بیٹی کی پیدائش اور پرورش پر ہوا کرتے تھے۔ جس اسلام نے جینے کا حق دیا تھا اسی اسلام کے نام پر آج اس سے جینے کا حق چھین رہے ہیں۔ دور جہالت میں بیٹیوں کو قتل کرنے اور انہیں زندہ درگور کرنے کے کئی سنگدلانہ واقعات تاریخ سے ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر یا سن کر انسانیت تڑپ اٹھتی ہے، عقل حیران ہوتی ہے

کہ وہ جاہل لوگ کس طرح اور کیونکر اپنی لختِ جگر سے یہ ناروا سلوک کر لیتے تھے۔ انہی تاریخی واقعات سے ایک دردناک واقعہ قارئین کی نظر کرتا ہوں۔ ایک صحابی رسول نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کو اپنی گود میں لیے پیار و محبت کا اظہار فرما رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت کا یہ عالم اپنی لختِ جگر کے ساتھ دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کی لڑی لگ گئی، سوچنے لگے کس بے دردی سے میں نے اپنی لختِ جگر کو دورِ جہالت میں عصبیت کی بنا پر زندہ درگور کر دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے استفسار پر اپنی داستاں یوں بیان کی 'میری بیوی حاملہ تھی کہ میں انہی دنوں ایک سفر پر مجبور ہو گیا۔ عرصے بعد پلٹ کر آیا تو اپنے گھر ایک بچی کو کھیلتے کودتے دیکھا۔ بیوی سے پوچھا یہ کون ہے؟ بیوی نے کہا تمہاری بیٹی ہے پھر کسی نامعلوم خوف کے تحت التجاامیز لہجہ میں کہا ذرا دیکھو! کس قدر پیاری بچی ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے گھر میں کس قدر رونق ہے۔ یہ اگر زندہ رہے گی تو تمہاری یادگار بن کر خاندان اور قبیلے کا نام روشن کرے گی۔ میں نے بیوی کو کوئی جواب دیے بغیر گردن جھکالی اور بچی کو بغور دیکھتا رہا۔ لڑکی کچھ دیر تو مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر نہ جانے کیا سوچ کر میرے سینے سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی جذبات کی رو میں اسے آغوش میں لے لیا اور پیار کرنے لگا۔ لڑکی آہستہ آہستہ سن بلوغ کے قریب پہنچ گئی۔ میری بیوی میری طرف سے بالکل مطمئن ہو چکی تھی کیونکہ میرا رویہ بھی بیٹی کے ساتھ محبت آمیز تھا۔ لیکن جہالت کی عصبیت نے میرے اندر ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ اس آگ کو بجھانے کے لیے میں نے ایک دن اپنی بیوی سے کہا کہ بچی کو بنا سنوار دو کہ میں قبیلے کی ایک شادی میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا ماں خوش ہو گئی اور بچی کو بنا سنوار کر تیار کر دیا۔ میں نے بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے نکل پڑا۔ بچی بہت خوش تھی کبھی میرے آگے دوڑتی اور پھر پلٹ کر میری انگلی پکڑ لیتی۔ میں بچی کو لیے ایک غیر آباد بیاباں میں پہنچ گیا اور پہلے سے تیار شدہ ایک گڑھے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ بیٹی جو بڑی خوشی کے ساتھ کھیلتی کودتی چلی آ رہی تھی میرے قریب آ کر رک گئی اور بڑی معصومیت سے سوال کیا

بابا! یہ گڑھا کس کے لیے ہے میں نے سخت لہجے میں کہا اپنے خاندان کی رسم و رواج کے مطابق میں تم کو اس میں دفن کرنا چاہتا ہوں ۔تا کہ تمہاری پیدائش سے میرے خاندان اور قبیلے کی جو ذلت اور رسوائی ہوئی ہے اس سے نجات مل جائے ۔بیٹی کو جب صورت حال کا علم ہوا تو اس کا پھول سا چہرہ کملا گیا لیکن قبل اس کے اس کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار ہوتا میں نے اس کو گڑھے میں دھکیل دیا وہ دیر تک روتی اور گڑگڑاتی رہی لیکن مجھ پر اس کے اس نالہ وفریاد کا کوئی اثر نہ ہوا ۔میں نے گڑھے کو مٹی سے بھر دیا اگر چہ وہ آخری وقت تک ہاتھ اٹھا کر مجھ سے زندگی کی التجا کرتی رہی لیکن افسوس میں نے اپنے دل کے ٹکڑے کو زندہ درگور کر دیا لیکن اس کی آخری التجا آج بھی میرے کانوں میں لاوا ٹپکاتی ہے بابا تم مجھے تو اس گڑھے میں دفن کر رہے ہو لیکن میری ماں کو حقیقت نہ بتانا کہہ دینا میں بیٹی کو اپنے قبیلہ والوں میں چھوڑ آیا ہوں

اپنے صحابی سے ایک بیٹی کے زندہ درگور کر دیے جانے کی داستان سن کر حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی ۔حضرت فاطمہؓ جو اس وقت نبی اکرم ﷺ کی آغوش میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں تو نبی کریم ﷺ نے بیٹی کو سینے سے لگا لیا اور آپ ﷺ کے ہونٹوں پر یہ جملے جاری ہوئے ''بیٹی تو رحمت ہے'' اور پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میں فاطمہ کو دیکھ کر اپنی جان کو بہشت کی خوشبو سے معطر کرتا ہوں ۔بارگاہ الٰہی میں تجھ سے موت کے وقت آرام و راحت اور قیامت کے حساب و کتاب کے وقت عفو و درگزر کا طلب گار ہوں ۔ جو لوگ اپنے بیٹوں کی کثرت پر ناز کرتے ہیں اور بیٹیوں پر افسوس کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے ۔غرور و تکبر کرنے کی بجائے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے نہیں اولاد جیسی نعمت سے نوازا ہے لڑکا یا لڑکی کی پیدائش انسان کی اپنی پسند یا ناپسند سے نہیں ہوتی یہ تو اللہ کی دین ہے جسے چاہے لڑکے دے جسے چاہے لڑکیاں دے جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دے اور جسے چاہے کچھ بھی نہ دے۔

دنیا یا آخرت

(پروفیسر شبیر شاھد ھوتوانی)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں تین عالم بنائے ہیں ۔ایک عالم دنیا جو خوشی و غمی سے عبارت ہے یعنی اس میں راحت بھی ہے اور تکلیف بھی ، دوسرا عالم آخرت ہے جس میں آگے دو عالم ہیں ۔ایک جنت جس میں خوشی ہی خوشی ،لذت ہی لذت ،مزہ ہی مزہ ہے ، رنج و غم کا نام ونشان نہیں ، تکلیف و مصیبت کا گزر نہیں ۔ دوسرا دوزخ ہے جو صدمے کی جگہ ہے جہاں غم ہی غم ہے ، تکلیف ہی تکلیف ہے ، پریشانی ہی پریشانی ہے ۔اس میں خوشی کا گزر نہیں ۔

دنیا خوشی اور غمی دونوں چیزوں سے ملی جلی ہے ۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جسے کوئی صدمہ یا تکلیف نہ آئی ہو ۔اگر دنیا میں راحت ملتی ہوتی تو اس کے زیادہ حق دار اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے پیغمبر ہی تھے لیکن ان پر بہت زیادہ صدمے اور تکلیفیں آئیں ۔اس دنیا میں نہ خوشیاں کامل اور نہ غم کامل ۔اس کےعلاوہ خوشی بھی ناپائیدار اور غم بھی ناپائیدار ۔

ابھی خوشی ہے ، کل ختم ہو جائے یا اگلے ہفتے ختم ہو جائے یا اگلے ماہ ختم ہو جائے ۔یوں سمجھ لیجیے ہر خوشی کے ساتھ غم کا کانٹا لگا ہوا ہے ۔لوگ سمجھتے ہیں کہ مال و دولت سے سکون مل جائے گا لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ بڑی بڑی ملوں والوں کو دنیا جہاں کی تمام آسائشیں میسر ہیں لیکن اندر سے کھوکھلے اور پریشان ۔رات کو نیند نہیں آتی ۔نیند لانے کی گولیاں کھانا پڑتی ہیں ۔اس کے مقابلے میں ایک کسان جسے دنیا کی کوئی سہولت میسر نہیں بس سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹتا ہے تو پورے آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لے کر اٹھتا ہے ۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔یعنی تم ہر معاملے میں اس دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو ۔جبکہ آخرت کی زندگی اس کے مقابلے میں خیر کی زندگی ہے ۔

لیکن ہماری شب و روز کی تگ و دو یہی ہے کہ بس دنیا سنور جائے مکان اچھا بن جائے

،گاڑی اچھے ماڈل کی ہو، دنیا میں عزت ہو، اچھا عہدہ مل جائے ہماری سوچ کا محور یہ دنیوی زندگی ہی ہوتی ہے ۔اگر غور کیا جائے جس زندگی کے لیے اتنی محنت کر رہے ہیں حلال وحرام کا خیال کیے بغیر لڑائیاں مول لے رہے ہیں، کتنے دن کی زندگی ہے ۔؟

صرف چند روزہ زندگی کے لیے ہم نے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو داؤ پر لگا رکھا ہے ۔ آخرت کی زندگی میں لذت کامل ، راحت کامل، خوشیاں کامل، اور پائیدار بھی ہیں ۔ جو نعمت ملے گی وہ ہمیشہ کے لیے ملے گی پریشانی اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی ۔

موت یقینی ہے جس میں کسی بھی مفکر ، دانش ور ، عالم ، فاضل ، سائنس دان کسی بھی مذہب کے پیرو کار کا اختلاف نہیں ۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے ۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہر انسان کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے ۔مسلمان بھی مرنا ہے، کافر بھی مرنا ہے، عیسائی بھی مرنا ہے، یہودی بھی مرنا ہے ملحد بھی مرنا ہے اور مشرک نے بھی مرنا ہے ۔مرنے سے کسی کو انکار نہیں ۔موت کے مسئلہ کا حل کسی کے پاس نہیں ۔ اس کے باوجود بھی اس حقیقت سے ہم سب بالکل غافل ہیں۔ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے: ''لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو''

اس حدیث مبارکہ کی رو سے ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہم موت کو کتنا یاد کرتے ہیں۔ کثرت تو بہت دور کی بات ہے ۔کبھی کبھار (اگر یاد آجائے تو خیال آتا ہے کہ بس جس کی موت، اور جنازہ کا اعلان ہوا ہے بس وہی مر گیا ہے)۔ہم نے نہیں مرنا بس یہی لوگ مر رہے ہیں اگر کبھی اپنے مرنے کا خیال آ بھی جائے تو دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ ابھی کافی دن پڑے ہیں بوڑھے ہوں گے تو تب موت آئے گی جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اسٹامپ پیپر پہ لکھوایا ہوا ہے ۔ہمیں اڑوس پڑوس میں چھوٹے بڑے ہر عمر کے لوگوں کی موت بھول گئی ہے ۔اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرو۔ ہم آخرت سے بالکل بے فکر ہیں، غافل ہیں۔اگر آخرت کا نقشہ ہر وقت ہمارے سامنے ہو تو ساری مشکلات ختم ہو جائیں ۔، سارے مسائل حل ہو جائیں،

یہ بدامنی، بدعنوانیاں، قتل و غارت اس بنیاد پر ہیں کہ ہم صرف اسی دنیا کی محبت میں غرق ہیں۔ آخرت کو تو بالکل بھول گئے ہیں۔اس دنیا کے سنوارنے کے چکر میں ہیں۔مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے کبھی سوچا تک نہیں۔اگر اس کے بارے میں سوچا ہوتا تو ضرور ہم اس کی فکر بھی کرتے اور اچھے اعمال کی طرف ہمارا دھیان ہوتا۔

آخرت میں دو مقام ہیں، ایک جنت اور ایک دوزخ۔ہماری زندگی کا سفر جاری ہے بلکہ ختم ہونے کو ہے ہم ذرا غور سے سوچیں یہ سفر جنت کی طرف طے کر رہے ہیں یا جہنم کی طرف۔ اگر نیک اعمال کر رہے ہیں تو پھر مبارک ہو، اگر بداعمالی والا سفر ہے تو ہمیں آج سے فکر کرنا چاہیے تاکہ ہم اپنی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو چند روزہ زندگی کی خاطر برباد نہ کر بیٹھیں۔

کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔منکر نکیر کے سوال و جواب کی تیاری کی ہے؟ فکر آخرت دو باتوں سے ذہن میں بیٹھتی ہے ایک تو کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھیں تاکہ فکر آخرت پیدا ہو اور دنیا کی محبت مٹ جائے اور آخرت کی فکر غالب آجائے۔دوسرا یہ ہے علماء کرام و صوفیاء کرام کی تصنیفات کا مطالعہ کریں یا خود قرآن مجید مترجم یا تفسیر کا مطالعہ روزانہ کریں۔اس طرح بھی فکر آخرت پیدا ہوتی ہے۔

بہر حال قرآن حکیم کی تعلیمات اور دین کو حاصل کرنے کا، اپنی زندگیوں میں اس کو رچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت مل جائے۔اللہ والا وہ ہوتا ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے اور جو آخرت کی فکر رکھتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھیں گے تو آخرت کی فکر پیدا ہوگی۔

آج کل ساری دنیا کی نظر معیشت پر لگی ہے خیال کیا جاتا ہے کہ معیشت انسان کی زندگی کا سب سے بنیادی مسئلہ ہے۔تمام نظام کی تعمیر اسی نکتہ پر مرکوز رکھ کر تمام لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے معیشت کے شعبہ کو ضرور اہمیت دی گئی ہے۔اسلام میں کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہو۔معیشت انسان کی

ضرورت ہے لیکن انسان کی زندگی کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔

اسلام کی نظر میں یہ دنیا جس کے اندر انسان آیا ہے اس کی آخری منزل نہیں ہے بلکہ یہ آخری منزل تک پہنچانے کے لیے ایک مرحلہ اور عبوری دور ہے۔ یہ سمجھنا کہ ہماری ساری کوششیں، توانائیاں اور جدوجہد کا محور یہ دنیاوی زندگی کی معیشت ہو جائے یہ بات اسلام کے بنیادی مزاج سے نہیں ملتی۔

حضرت مولانا رومیؒ اسلام کے اس نقطۂ نظر کو ایک خوبصورت مثال سے واضح فرماتے ہیں۔ دنیا کی مثال پانی جیسی ہے اور انسان کی مثال کشتی کی طرح ہے۔ جس طرح کشتی پانی کے بغیر چل نہیں سکتی اسی طرح انسان دنیا اور اس کے سازو سامان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ پانی کشتی کے لیے اس وقت تک فائدہ مند ہے جب تک وہ کشتی کے چاروں طرف اور ارد گرد ہو لیکن اگر یہ پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو پانی کشتی کو سہارا دینے کی بجائے ڈبو دے گا۔ اس طرح دنیا کے سارے سازو سامان انسان کے لیے بڑے فائدہ مند ہیں اور ان کے بغیر انسان کی زندگی بسر نہیں ہو سکتی لیکن یہ اس وقت تک فائدہ مند ہیں جب تک یہ دل کی کشتی کے چاروں طرف اور ارد گرد رہیں، لیکن اگر یہ سازو سامان انسان کی دل کی کشتی میں سوار ہو جائیں تو وہ پھر انسان کو ڈبو دیں گے اور ہلاک کر دیں گے۔

انسان اور حیوان میں یہی فرق ہے انسان جینے کے لیے کھاتا ہے۔ جبکہ جانور کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا۔ اسے ہرگز پتہ نہیں ہوتا کہ میں اس دنیا میں کیا کرنے آیا ہوں۔ لیکن انسان ذی شعور ہونے کے ناطے اپنے مقصد تخلیق سے اچھی طرح آگاہ ہے لیکن اس کی طرف توجہ نہیں دیتا جس کی وجہ سے ناکام و نامراد ہو کر راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ میں تو حیوان کو ایسے انسان سے برتر سمجھوں گا کیونکہ وہ جس مقصد کے لیے تخلیق کیا گیا ہے وہ بخوبی انجام دے رہا ہے جبکہ انسان اپنے مقصد تخلیق سے کافی ہٹا ہوا ہے۔

زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا جو قطرے کو گہر کر نہ سکے

وقت پڑا ہے کرلوں گا

(محمد یوسف اصلاحی)

اپنے سیکرٹری کو بلا کر میں نے سارا کام سمجھایا اور تاکید کی کہ جلد سے جلد یہ ساری فائلیں تیار کر کے مکمل کر لیں تا کہ وقت پر پروگرام نافذ کیا جا سکے۔سیکرٹری کام سمجھ کر چلے گئے اور اپنے کام میں لگ گئے۔دوسرے روز صبح سویرے کچھ کاغذات لئے ہوئے آئے ،چند اصولی ہدایات حاصل کیں اور میری منشاء کو پورا کرنے کیلئے کچھ اشارات نوٹ کئے اور یہ کام کر کے فوراً چلے گئے۔ان کا انہماک سرگرمی اور مستعدی دیکھ کر مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ انشاءاللہ کل پرسوں تک یہ سارا کام مکمل کر کے آجائیں گے اور میں نے تاکید کر دی کہ پرسوں تک لازماً یہ سب کچھ مکمل کر کے لے آئیں اور وہ بہت اچھا کہہ کر اور مجھے یہ تاثر دے کر چلے گئے کہ کل پرسوں لازماً وہ سب کاغذات لا کر پیش کر دیں گے۔

اتفاق کی بات ہے کہ تھوڑی دیر بعد ہی میرا سفر پر جانے کا پروگرام بن گیا اور میں نے یہ سوچ کر کہ کل پرسوں سیکرٹری صاحب آئیں گے اور میں نہیں ملوں گا تو انہیں خواہ مخواہ پریشانی ہوگی۔میں نے ان کے یہاں کہلوا دیا کہ میں دو روز کیلئے باہر سفر پر جا رہا ہوں آنے کے بعد آپ کے کاغذات دیکھوں گا۔سیکرٹری صاحب کے یہاں خبر کرانے کے بعد پھر کچھ ایسے مسائل سامنے آ گئے کہ مجھے اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا اور دن گزر گیا دوسرے دن راستے میں سیکرٹری صاحب سے ملاقات ہوگئی اور میں نے انہیں بتا دیا کہ میں سفر پر نہ جا سکا۔بعض اہم کاموں کی وجہ سے سفر ملتوی کرنا پڑا آپ حسب پروگرام کاغذات مکمل کر کے لے آئیں۔

ایک دن گزرا، دوسرا دن گزرا، لیکن سیکرٹری صاحب نہیں آئے۔شدید انتظار کیا اور کوفت بھی ہوئی، تیسرے دن وہ کاغذات اور فائل لئے ہوئے آئے میں نے ذرا ناگواری کے

انداز میں سخت لہجے میں ان سے کہا آپ دو روز غائب رہے، میں نے تو آپ کو بتادیا تھا کہ میرا سفر ملتوی ہوگیا ہے۔آپ کام پورا کر کے وقت پر آ جائیں۔آپ نے میری بات سنی نہیں یا سن کر سمجھے نہیں؟ کہنے لگے میں نے آپ کی پوری بات سن لی تھی اور سمجھ بھی گیا تھا لیکن۔

لیکن کیا، میں نے حیرت اور ناگواری سے پوچھا۔

کہنے لگے میں تو نہایت توجہ انہماک اور دھن کے ساتھ کام پورا کرنے میں لگ گیا تھا۔ مگر جب آپ نے دوسرے روز کہلوایا کہ آپ سفر پر جارہے ہیں تو میری ساری قوتیں قدرتی طور پر ڈھیلی پڑ گئیں اور میں نے سوچا، جلدی کیا ہے، معلوم نہیں سفر میں آپ کو کتنے دن لگتے ہیں دو روز کی بات تو آپ سوچ کر جارہے ہیں۔کچھ نہیں کہا جاسکتا۔کتنے دن میں آپ کا لوٹنا ہو۔ اطمینان سے کرلوں گا اور میری مستعدی سستی میں بدل گئی۔میں نے سارا کام یوں ہی رکھ دیا کہ آپ آئیں گے تو اس وقت دیکھ لوں گا۔

دوسرے روز جب راستے میں آپ سے ملاقات ہوئی تو مجھے حیرت بھی ہوئی اور گھبراہٹ بھی۔آپ نے بتایا کہ کچھ اہم کاموں کی وجہ سے آپ کا سفر ملتوی ہوگیا ہے تو میں نے پھر کاغذات اٹھائے اور کام کرنے بیٹھ گیا مگر ایک بار قوئی ڈھیلے پڑنے کے بعد وہ مستعدی پیدا نہ ہوسکی۔میں نے کاغذات مکمل کرنے کی کوشش تو شروع کردی لیکن پہلی سی توجہ، انہماک اور سرگرمی نہ تھی، انداز کچھ ڈھیلا ڈھالا سا تھا، اور وقت پر کام پورا نہ ہوسکا۔آج تیسرے روز کام پورا ہوا تو میں لے کر حاضر ہوا ہوں، سیکرٹری صاحب نے بڑی سادگی کے ساتھ اپنی ذہنی سرگزشت سنائی۔

میں نے سیکرٹری صاحب کی بات کسی قدر افسوس اور ناراضی کے ساتھ سنی اور یہ سوچنے لگا میں نے خواہ مخواہ ان کو اپنے سفر پر جانے کی اطلاع دی سفر پر جانے کی اطلاع ان سے چھپائے رکھتا، تو یہ اسی انہماک اور تندہی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے اور کام وقت پر مکمل ملتا یہ سوچتے ہوئے مجھے غم بھی ہورہا تھا کہ میں نے سفر پر جانے کی خبر ان کو کیوں بتائی، یہ خبر ان سے چھپائی کیوں نہیں۔لیکن اس کے نتیجے میں جو کچھ سامنے آیا اس سے ذہن ایک اور حقیقت کی طرف

مبذول ہوااور میرے حافظے میں قرآن پاک کی ایک آیت ابھرنے لگی اللہ کا ارشاد ہے

قیامت کی گھڑی لازماً آنی ہے میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر متنفس اپنی سعی کا بھرپور بدلہ پائے۔(طٰہٰ ۲۰:۱۵)

قیامت کب آئے گی یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی قیامت کا وقت مخفی رکھنے میں اللہ کی عظیم مصلحت یہ ہے کہ آدمی سستی اور غفلت کا شکار نہ ہو اور اس خیال میں نہ رہے کہ وقت پڑا ہے جلدی کیا ہے کرلوں گا بلکہ اس کو ہر دم قیامت کا کھٹکا لگا رہے کہ کسی وقت بھی یوم الحساب کی یہ گھڑی آسکتی ہے اور وہ اپنا حساب چکانے کیلئے اور محشر میں اللہ کے حضور کھڑا کیا جا سکتا ہے یہ اندیشہ ہر وقت آدمی کو چوکنا، مستعد اور ڈیوٹی پر موجود سپاہی کی طرح الرٹ رکھے اور وہ اس فکر کے ساتھ زندہ رہے کہ کسی وقت بھی قیامت برپا ہوسکتی ہے یا میری موت کی گھڑی آسکتی ہے اور آنکھ بند ہوتے ہی میری قیامت شروع ہو جائے گی۔ یہ فکر اللہ کی ایک رحمت اور انسان پر اللہ کا فضل وکرم ہے کہ وہ مسلسل تیاری اور کوشش وکاوش میں لگا رہے کہ اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ اور صلہ پا سکے اور کسی وقت بھی یہ خیال اسے غفلت سستی اور اضمحلال کا شکار نہ ہونے دے کہ زندگی پڑی ہے کرلوں گا۔اس اخفائے وقت سے آدمی پر یہ فکر غالب رہے گی کہ جو لمحہ بھی حاصل ہے بس یہی مہلت عمل ہے۔اگلا لمحہ عمل کا ہے یا نہیں کچھ پتہ نہیں۔

سیکرٹری صاحب کو اگر میں سفر کی اطلاع نہ دیتا اور اس خبر کو مخفی رکھتا تو وہ بدستور اپنے کام میں لگے رہتے اور یکسوئی، انہماک اور سرگرمی کے ساتھ وقت پر اپنا کام پورا کر کے لے آتے ،لیکن ان کو سفر کی خبر دے کر میں نے ان کی قوتوں میں اضمحلال اور سستی پیدا کردی اور ان کو اس خیال نے ڈھیلا کر دیا کہ وقت پڑا ہے اطمینان سے پورا کرلوں گا اگر میں یہ بات پوشیدہ رکھتا تو وہ بدستور اپنے کام میں انہماک اور توجہ سے لگے رہتے اور کام بروقت مکمل ملتا۔کام میں یہ تاخیر اور یہ ڈھیل اسی لئے پیدا ہوئی کہ میں نے سیکرٹری صاحب کو اپنے سفر پر جانے کی اطلاع دے دی۔ اس پہلو سے اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کا وقت پوشیدہ رکھ کر اپنے بندوں

پر زبردست کرم فرمایا ہے،وقت موعود کومخفی رکھ کراس نے بندوں کے اندرون میں یہ فکر رکھ دی ہے کہ وہ اپنی عاقبت کوسنوارنے اور آخرت کی جواب دہی کے لئے تیاری کرنے میں مسلسل لگے رہیں اور کسی وقت بھی اپنی عاقبت سے غافل نہ ہوں اس کو اخفا میں رکھ کر اللہ نے انسان کو اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ ہمہ وقت اس پر یہ فکر طاری رہے کہ آنے والی ہر گھڑی قیامت کی گھڑی ہو سکتی ہے۔لہذا مجھے کوئی ایک گھڑی بھی ضائع نہیں کرنی ہے۔اس طرح اگر باشعور ہے تو وہاں کا اجر وصلہ پانے کے لئے مسلسل سعی و جہد اور تیاری میں لگا رہے گا اور ذرا بھی غفلت اور سستی کا شکار نہ ہوگا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بعثت اور قیامت کی گھڑی دونوں ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔(بخاری مسلم)

حضور ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر دکھائیں اور فرمایا جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان تیسری نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان اب کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ میرے بعد ہی قیامت آنے والی ہے۔مجھ پر جو ایمان لایا ہے اسے اب ہر دم یہ کھٹکا لگا رہنا چاہیے کہ میری نبوت کے بعد اب بس قیامت ہی کا انتظار ہے کسی لمحے بھی وہ آ سکتی ہے اور ہر وقت چوکنا رہ کر وہاں کی تیاری میں لگا رہنا چاہیے۔اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ آدمی کو برائی کر لینے کے بعد لازماً نیکی کرنے کی مہلت میسر آ جائے گی۔ہر آنے والا لمحہ قیامت کا لمحہ ہو سکتا ہے اور جس کی موت آ گئی اس کی تو قیامت ہی آ گئی۔اس لئے کہ اس کی مہلت عمل ختم ہو گئی اور عذاب یا ثواب پانے کا وقت شروع ہو گیا۔قیامت ہی کی طرح موت کا وقت بھی نہیں بتایا گیا ہے اور یقیناً اس اخفا میں بھی اللہ کی یہی حکمت و مصلحت اور بندوں پر رحمت و کرم پیش نظر ہے کہ وہ غفلت، سستی، ڈھیل کا شکار نہ ہوں اور کبھی یہ نہ سوچیں کہ وقت پڑا ہے کر لوں گا۔

استغفار

(بنت الاسلام : مرسلہ:فہد محمود بخاری)

"اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے مغفرت مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا"۔(سورۃ النساء آیت 110)

سورۃ النساء ہی کی آیت 106 میں استغفار کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

"اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا ، بڑا رحم فرمانے والا ہے"۔

گمراہ قوموں کو جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ ڈرنے کے بجائے اس عذاب کو دعوت دینے کو تیار ہو جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزرنے والے کئی انبیاء کو ان کی قوموں نے یہی چیلنج دیا کہ اچھا پھر لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو۔ ایسی ہی بات قریش مکہ نے بھی کی تھی۔ سورۃ الانفال آیت 32 میں بیان ہوا ہے کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ

"اے اللہ اگر یہ (اسلام) واقعی حق ہے تو تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ"۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ جب تک تم ان کے درمیان موجود تھے اللہ نے ان پر عذاب نازل نہیں کرنا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل کر دے۔ ظاہر ہے کہ کافر تو استغفار نہیں کرتے تھے، مگر جب حضور ﷺ مکے میں تھے تو دوسرے مسلمان بھی وہیں تھے، جو اللہ کے حضور میں استغفار کرتے تھے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے وہاں رہنے کے باعث اور اللہ کے حضور میں استغفار کرنے والوں کے باعث وہاں عذاب نازل نہ کیا گیا۔ گویا عذاب سے بچاؤ کے اسباب دو تھے۔ حضور ﷺ کی وہاں موجودگی اور وہاں رہنے والوں میں سے ایک جماعت کا

استغفار کرنا۔سورہ آل عمران آیت 17 میں متقی لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے

"یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں، فرمانبردار ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنے والے ہیں"۔

شیطان کے بالکل برعکس فرشتے انسان کے بڑے ہی خیرخواہ اور ہمدرد ہیں۔

سورۃ الشوریٰ آیت 5 میں بیان فرمایا گیا ہے:

"اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے استغفار کرتے ہیں"۔

حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب کوئی شخص کوئی گناہ کر لیتا ہے، پھر اٹھتا ہے اور پاکی اور طہارت حاصل کرتا ہے، پھر نماز پڑھتا ہے، پھر (اپنے اس گناہ پر) اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

سورہ آل عمران کی آیت نمبر 135 میں متقی لوگوں کی صفات بتائی گئی ہیں۔

"اور جو ایسے ہیں کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔اور وہ دیدہ دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ایسے لوگوں کی جزا انکے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کیلئے"۔

حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی استغفار کرنے کو لازم پکڑ لے، اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا اور اسے ہر غم سے مخلصی دے گا اور اس کو وہاں سے رزق عطاء کرے گا جس طرف اس کا گمان بھی نہیں گیا ہو گا۔(ابو داؤد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر جو نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔(ابن ماجہ)

انسان کوئی بڑا گناہ کرے تبھی اس کو استغفار کی حاجت ہوتی ہے، درست نہیں ۔
حضور رسالت مآب ﷺ سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کا اطاعت شعار اور کون ہوسکتا ہے
مگر استغفار کے معاملے میں آپ ﷺ کا بھی یہ حال تھا کہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ "اللہ کی قسم میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے
استغفار کرتا ہوں اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں" ۔**(بخاری)**

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار
کرتے اور کہتے **اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاکرام** ۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک نشست سے اٹھنے
سے پہلے آپ ﷺ کی یہ دعا سو بار گنی جاتی: **رب اغفرلی و تب علی انک انت التواب الرحیم** ۔

(اے میرے رب مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو ہی ہے بڑا توبہ
قبول کرنے والا، بڑا رحم فرمانے والا) (ترمذی)

سبحانك انی قد ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت ۔

(میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں ۔ بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا پس مجھے بخش
دے ۔ بے شک کوئی نہیں جو گناہوں کو بخشے سوائے تیرے)

پھر آپ ہنس پڑے ۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین، آپ کس بات پر
ہنسے ۔ بولے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایسے ہی کیا، جیسے میں نے کیا ہے
اور پھر آپ ﷺ ہنس پڑے ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کس بات پر ہنسے ۔
تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہارا رب اپنے بندے سے تعجب کے ساتھ خوش ہوتا ہے،
جب بندہ کہتا ہے کہ **رب اغفرلی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب غیرك** ۔
(اے میرے رب میرے گناہ بخش دے ۔ بے شک کوئی نہیں جو گناہوں کو بخشے سوائے تیرے)۔
(ترمذی) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جسے چار چیزیں مل گئیں، وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا۔

1- دعا کے بعد حاجت روائی سے 2- توبہ کے بعد قبولیت سے
3- استغفار کے بعد مغفرت سے اور 4- شکر کے بعد زیادتی نعمت سے۔

اگر بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اگر وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرنے کا خواہشمند ہے تو وہ لازماً ندامت سے دوچار ہوگا اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس گناہ سے توبہ کرے اور جو کچھ کر چکا ہے اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ سے مغفرت چاہے۔

گناہوں کے تباہ کن اثرات کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور راہ بھی رکھی ہے جسے کفارہ کہتے ہیں۔شریعت نے بعض گناہوں کے لئے بعض معین کفارے بتائے ہیں۔مثلاً جو شخص بغیر عذر شرعی کے رمضان کا کوئی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔ایسے ہی بعض دوسرے گناہوں کے بھی مخصوص کفارے بتا دیئے گئے۔ جو کبھی محتاجوں کو کھانا کھلانے کی شکل میں ادا ہوتے ہیں، کبھی انہیں کپڑے پہنانے کی شکل میں، کبھی روزے رکھنے کی شکل میں، کبھی غلام آزاد کرنے کی شکل میں، وغیرہ وغیرہ۔کفارہ ادا کر دینے کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان دوبارہ اس خرابی کا ارتکاب کرتے ہوئے جھجکتا ہے۔معین کفاروں کے علاوہ ایک عام بات یہ بتا دی گئی ہے کہ اگر کوئی خرابی ہو جائے تو اس کے بعد کوئی اچھائی کر لو۔ وہ اچھائی اس خرابی کو مٹا دے گی۔سورہ ہود، آیت 114 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں"۔

حضرت ابوذرؓ اور حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو۔وہ اسے مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے خلق سے پیش آیا کرو۔**(ترمذی)**

فساد سے پرہیز

(حافظ محمد ہارون)

اللہ تعالیٰ کو فتنہ وفساد پسند نہیں کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق امن وامان سے رہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام سراپا امن وسلامتی کا علم بردار ہے، جو لوگ اللہ کی زمین میں فساد پھیلائیں وہ اس کے اور اس کے رسول کے دشمن ہیں، فساد کا مطلب تباہی اور بربادی ہے، کیونکہ بعض لوگ اقتدار حاصل کرنے کی خاطر لوگوں میں جھگڑا پیدا کر دیتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لڑا دیتے ہیں اور امن کا توازن خراب کر دیتے ہیں، ایسے لوگ قابل اصلاح ہیں، اللہ کے دوست امن پسند ہوتے ہیں، فسادی اللہ کے دوست نہیں بن سکتے، لہٰذا اگر اللہ کے کسی ابتدائی طالب میں فساد کی آلائش ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے دل سے اسے ہمیشہ کے لیے نکال دے، اپنے نفس اور بدن کو اطاعت الٰہی کے سانچے میں ڈھال لے۔

فساد طبع انسان کی طبیعت میں استقامت نہیں ہوتی، اور غیر مستحکم انسان تصوف کی راہ پر چل نہیں سکتا، صوفیاء ہمیشہ فساد کو ختم کرتے ہیں، اور دنیا دار طمع خور فساد کو جنم دیتے ہیں اس لیے سالکین کے لیے اس بیماری سے بچنا اشد ضروری ہے۔

اللہ کی بندگی اور فرمان الٰہی کی اتباع سے تجاوز کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے لہٰذا اللہ کی بندگی میں رہو تا کہ فساد پیدا نہ ہو، اللہ کے بندے حق ہیں اس لیے انہیں تسلیم نہ کرنا فساد ہے، اپنے مقاصد کو ناجائز ہتھکنڈوں سے پورا کرنا بھی فساد ہے، ناپ تول میں کمی کرنا فساد ہے، فواحش کا ارتکاب فساد ہے، چوری ڈاکہ زنی فساد ہے، دولت کو سمیٹنا اور روک کے رکھنا فساد ہے، اللہ کے بندوں کے خلاف فتنے پیدا کرنا فساد ہے، راہ حق سے روکنا فساد ہے، کفر پر ڈٹے رہنا فساد ہے، سرکشی کرنا فساد ہے، اسلام کے خلاف رخنے پیدا کرنا فساد ہے، فحش قسم کا لٹریچر پھیلانا فساد ہے،

غرضیکہ ہر ایسا کام جس سے اسلام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو فساد میں شمار ہوگا لہٰذا فساد سے بچنے کے لیے ہمیشہ اللہ کی توفیق اور مدد مانگنی چاہیے۔

فساد کی خواہ کوئی صورت ہو اللہ تعالیٰ اسے قطعاً پسند نہیں کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فساد سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ:

''پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔'' (سورۃ اعراف)

یعنی اے لوگو! تم اللہ کے ان احسانات کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کئے ہیں لہٰذا ان احسانات کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کرو اور زمین میں کسی قسم کا بھی فساد نہ پھیلاؤ۔

ارشاد فرمایا کہ! ''اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سچے مسلمان ہو'' (سورۃ اعراف:۸۵)

یعنی نبی آخر الزماں ﷺ جب تم میں تشریف لے آئے اور اللہ کی پاکیزہ کتاب قرآن مجید تمہارے پاس موجود ہے اور اللہ نے ان دونوں کی برکت سے ہر قسم کے فساد کو مٹا دیا ہے، تو اب تم خواہ مخواہ دوبارہ اللہ کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے ورنہ مرنے کے بعد تم نے اللہ ہی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

ناپ تول میں کمی کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ۔

''اور لوگوں کو ناپ تول میں چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فتنہ برپا نہ کرو''۔

اس آیت کریمہ میں ناپ تول میں کمی کو فساد کہا گیا ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے اور اس طرح معاشرہ میں بے سکونی کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس لیے فرمایا گیا کہ تم اس فتنہ سے بچو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

''اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد برپا نہ کرو''

یعنی تم سب اس پاکیزہ رزق کو حلال طریقے سے کما کر کھاؤ اور پیو اور دیکھو تمہاری روح کی تسکین کے لیے اللہ نے کیا کیا پیدا فرمایا ہے اگر تم ان کا شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے، پس تم ہر حال

میں ان نعمتوں کا شکر بجالاؤ اور خبردار ان نعمتوں کو کھا کر کفر کا ارتکاب نہ کرو، اور فتنہ وفساد سے باز رہو۔

مندرجہ ذیل آیت میں حق سے منہ موڑنے اور ظلم کو بھی فساد قرار دیا گیا، ارشاد فرمایا کہ

''اور وہ (قوم فرعون) ازراہ ظلم وتکبر ہماری نشانیوں کے منکر ہوئے حالانکہ ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا تو دیکھو فسادیوں کا کیسا برا انجام ہوا۔

جب قوم فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی روشن آیات پیش کیں تو ان ناشکروں نے بجائے اس پر غور کرنے کے اور اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا تو ہم نے انہیں سزا دی کہ وہ دوسروں کے لیے سامان عبرت بن گئے، فرمایا کہ۔

''میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم (بنی اسرائیل) میں میرے مصاحب ہو، ان کی اصلاح کرنا اور مفسدین کی اتباع نہ کرنا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ اے میرے بھائی! میرے بعد ان کی اصلاح کرنا اور فتنہ وفساد برپا کرنے والے لوگوں کی پیروی نہ کرنا، گویا اس آیت کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم فساد کرنے والوں کی پیروی بھی نہ کرنا اور نہ ہی ان کی بات سننا۔

''زمین میں فساد کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کے اعمال پر گرفت کرے، شاید کہ وہ ان اعمال سے باز آجائیں۔''

اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ زمین میں فساد برپا ہو جاتا ہے اور لوگ اللہ کے راستہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور کھلم کھلا شیطان کی پیروی میں محو ہو جاتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے اعمال بد کے سبب ان پر اپنا عتاب فرماتا ہے اس لیے اے لوگو! فتنہ فساد سے بچو۔ فرمایا کہ:

''اور جب (فسادی) پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں ضائع کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا''۔

فسادی لوگوں کا شیوہ ہی غرور وتکبر ہوتا ہے اور وہ اپنی اس جبلت سے مجبور ہو کر اللہ کی زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، لوگوں کا مال واسباب ضائع کرتے ہیں اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں، گویا کہ اس آیت میں فسادی کی پہچان کو بیان کیا گیا ہے۔

پہلی امتوں پر عذاب کا آنا بھی فساد کی وجہ سے ہی تھا، ارشاد باری ہے کہ:

''جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں سے ذی عقل لوگ کیوں نہ تھے جو ان کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے مگر تھوڑے سے (لوگ موجود تھے) جن کو ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ گمراہی کی اتباع کرتے رہے، اور وہ سب گنہگار تھے''

اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا اس لیے اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اور اس مال سے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اس سے آخرت کے لیے بھلائی (مال کو اللہ کے نام پر خرچ کر کے) حاصل کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھولئے اور لوگوں پر اسی طرح احسان کیجئے جس طرح اللہ نے تم پر احسان فرمایا ہے اور زمین میں فساد پھیلانے کی خواہش نہ کرو، بے شک اللہ تو فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

یعنی اے لوگو! زمین میں جو چند روز کے لیے تم زندگی بسر کر رہے ہو اس چند روزہ زندگی میں اللہ کی رضا کے لیے دوسرے لوگوں پر احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان فرمایا ہے کہ تمہیں مال و دولت اور حکمرانی سے نوازا ہے، پس فساد سے بچو، کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

''اس قتل کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نافذ فرمایا کہ جو شخص کسی انسان کو ناحق قتل کرے گا (سوائے بدلہ وقصاص کے یا سوائے مفسدین کی سزا کے) اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندہ رکھا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا، ان لوگوں کے پاس ہمارے رسول ﷺ روشن دلیلیں لے کر آئے مگر اس کے باوجود ان میں سے اکثر حد سے بڑھ گئے''

فساد سے متعلق احادیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کر بیٹھو اور آپس میں تیغ زنی دکھاؤ گے اور تمہارے دنیاوی حکام شریر ہوں گے۔(بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب آخر زمانے میں ایک ایسی قوم نکلے گی جو عمر کے چھوٹے اور عقل کے کھوٹے ہوں گے، ان کی زبانوں پر حدیثیں ہوں گی لیکن ان کے ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گے، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو انہیں قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے کا قیامت کے روز ثواب ملے گا۔(بخاری شریف)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو موئے ،ریشم ،باریک ریشم ،شراب اور باجوں کو حلال ٹھہرائیں گے اور کچھ لوگ پہاڑی کے دامن میں اتریں گے شام کے وقت ان کے مویشی ان کے پاس آیا کریں گے، کسی کام سے ایک آدمی ان کے پاس آئے گا تو کہیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا، اللہ تعالٰی انہیں ہلاک کر دے گا، اور پہاڑ کو گرا دیگا۔ اور دوسرے قیامت تک کے لئے بندروں اور خنزیروں کی صورت میں تبدیل کر دیے جائیں گے (بخاری شریف)

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ کام نبوت و رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہوگی پھر بادشاہی کاٹ کھانے والی، پھر ظلم و جور، سرکشی اور زمین میں فساد ہوگا ریشم، شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال قرار ٹھہرالیں گے۔ اس کے باوجود رزق دیے جائیں گے اور مدد کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰی سے ملیں۔(بحوالہ بیہقی عن شعب الایمان)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، دنیا میں سب سے زیادہ جلدی ثواب نیکی اور صلہ رحمی کا ملتا ہے اور سب سے جلدی عذاب قطع رحمی اور بغاوت کا ملتا ہے۔(بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی گناہ پر سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ اسے آخرت کے لیے اٹھا رکھتا ہے، بغاوت اور قطع رحمی کے سوا۔(بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، یا نبی اللہ ﷺ کونسا شخص افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، صاف دل اور زبان کا سچا شخص، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ زبان کا سچا کون ہوتا ہے لیکن صاف دل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ پاکباز و پرہیز گار جس کا دل اتنا صاف اور پاک ہو کہ جس میں نہ کبھی گناہ کا خیال ہو نہ بغاوت کا نہ کینہ کا نہ حسد کا۔(بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ہدایت حاصل کرنے کے بعد گمراہ نہیں کی گئی مگر وہ جو جھگڑے اور فساد پر آمادہ ہوئی اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی یہ بحث جو انہوں نے تم سے کی ہے وہ صرف جھگڑا کرانے کے لیے تھی کیونکہ یہ قوم ہی جھگڑالو ہے۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو گروہ ہو جائیں گے، ایک ان میں سے جماعت سے نکل جائے گا ان کو قتل، کا انتظام وہ گروہ کرے گا جو حق کے قریب ہوگا۔(بحوالہ مسلم شریف)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب دو مسلمان ایک دوسرے بھائی پر ہتھیار اٹھا کر ملیں، تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہیں جب ایک ان میں سے دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں اس میں داخل ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جہنم کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ان کے لیے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے یا فرمایا کہ امت محمدیہ پر۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا، میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو خروج کرے اور میری امت میں تفرقہ ڈالے اس کی گردن اڑا دو۔ (بحوالہ نسائی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی، ایک ٹولے والے گفتار کے اچھے اور کردار کے گندے ہوں گے، قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے، وہ ساری مخلوق سے بدترین ہیں، اس کے لیے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور جس کو وہ قتل کریں، وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے اور کسی بات میں وہ ہمارے نہیں، جو انہیں قتل کرے وہ ان کی نسبت اللہ سے قریب ہوگا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا کہ سر منڈانا۔ (بحوالہ ابوداؤد)

شریک بن شہاب کا بیان ہے کہ میری یہ تمنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے ملوں اور ان سے خوارج کے متعلق دریافت کروں، پس مجھے عید کے روز اپنے چند ساتھیوں سمیت حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، میں ان کے حضور عرض گزار ہوا کہ کیا آپ نے رسول ﷺ کو خوارج کا ذکر فرماتے ہوئے سنا؟ فرمایا ہاں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے کانوں کے ساتھ سنا اور حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مال آیا تو آپ اسے تقسیم فرمانے لگے تو اپنے دائیں والے کو دیا اور اپنے بائیں والے کو دیا اور اپنے پیچھے والے کو

کچھ بھی نہ دیا، آپ کے پیچھے سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے محمدﷺ آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا، وہ آدمی کالے رنگ کا اور بکھرے ہوئے بالوں والا تھا، اس نے دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، رسول اللہﷺ بہت ہی ناراض ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم! تم میرے بعد کسی شخص کو نہیں پاؤ گے جو مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا ہو، پھر فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی گویا یہ شخص ان میں سے ہے وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان کی نشانی سر منڈانا ہے، وہ برابر نکلے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی، جب تم انہیں ملو تو جان لو کہ وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔(بحوالہ نسائی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا، کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کر دینا کفر ہے۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف لوہے کی چیز سے اشارہ کیا تو اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس فعل کو ترک نہ کر دے اگر چہ وہ اس کا علاتی اور اخیافی بھائی کیوں نہ ہو۔(بحوالہ مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جس کسی مسلمان کی پیٹھ کو ناحق برہنہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ خدا اس پر سخت غضبناک ہوگا۔(بحوالہ طبرانی)

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا جس نے مسلمان کو ڈرایا تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اس کو قیامت میں امن نہ دے۔(بحوالہ طبرانی)

حضرت عمامہ بن یاسرؓ کی روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بلا ضرورت حاجت اور بلا اکراہ گیارہ فٹ سے زیادہ اونچی تعمیر لے جاتا ہے تو اس کو "فسق الفاسقین" کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر کہاں تک بلندی کا ارادہ ہے۔(ابن ابی دنیا)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ

اس شخص پرلعنت کرے جواندھے کوراستہ بھٹکا دے۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا اللہ اس شخص پرلعنت کرے جوکسی جانور کوغیر اللہ کے نام پرذبح کرے،خدااس شخص پر بھی لعنت کرے جواپنے ماں باپ پر لعنت کرتا ہےخدااس پرلعنت کرے جوکسی بددین یامستوجب سزا کوچھپائے اوراسے اپنے مکان میں جگہ دے،خدااس پرلعنت کرے جوزمین کےنشانات کومٹائے۔(بحوالہ احمد،مسلم نسائی)

راستوں پرسنگ میل وغیرہ جومسافروں کے لیے لگائے جاتے ہیں اورمسافروں کوان سے راستہ کی مسافت معلوم ہوتی رہتی ہےان کومٹادینابھی موجب لعنت ہے جوزمیندارلوگ اپنے کھیت کی حد پر قائم کردیتے ہیں تاکہ اس کھیت کی زمین دوسرے کھیت سےعلیحدہ رہےلیکن بعض لوگ جب کسی دوسرے کھیت کی زمین دبالینا چاہتے ہیں تو ان نشانات کومٹا دیتے ہیں تاکہ تعین حدود میں جھگڑاہوسکے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نےفرمایاخدالعنت کرےاس شخص پر جوماں اوراس کے بچوں میں جدائی ڈالتا ہے۔(بحوالہ ابن ماجہ)

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکاردو عالمﷺ نے فرمایا دین کے بارے میں بے فائدہ جھگڑا کرنا اورقرآن اوراس کے احکام میں جھگڑاانسان کوکفر کےقریب کردیتاہےاللہ تعالیٰ جھگڑالوانسان سے دشمنی رکھتاہے جوقوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی پھراس نے اسلام میں جھگڑاکیاتویہ جھگڑااس کیلئےموجب مارہے(بحوالہ ابوداؤد۔ابن حبان)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نےفرمایا،جوقاریِ قرآن باوجوداس نعمت کے فاسق ہو یعنی فساق کی طرح عمل کرتا ہو یعنی فاسق قاری کومشرکین سے بھی پہلے عذاب ہوگا۔(بحوالہ طبرانی،ابونعیم)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا، جوشخص کسی عورت کو اس کےشوہراورغلام کواس کےآقاکےخلاف بھڑکائے وہ ہم میں سےنہیں ہے۔(احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میاں بیوی کی تفریق شیطان کے لیے انتہائی مسرت کی چیز ہے۔(بحوالہ مسلم)

ام مالک بہزیہؓ کہتی ہیں کہ رسول ﷺ نے زمانہ قریب میں بپا ہونے والے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس فتنہ میں بہتر انسان کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہ کر ان کا حق ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائے (یعنی مجاہد)(ترمذی)

اس حدیث میں فتنہ کے برپا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ جب ہر طرف بے دینی عام ہو جائے، نیکی پر قائم رہنا مشکل ہو جائے بلکہ نیکی کرنا دہکتے کوئلوں پر عمل کرنے کے مترادف ہو جائے تو اس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں کو بہتر لوگ فرمایا جو کفار کے ساتھ جہاد کر رہے ہوں گے کیونکہ جہاد میں مد مقابل کافر ہوتا ہے اور کافر کے ہاتھوں قتل ہونے سے شہادت کا مرتبہ ملتا ہے، اور کافر کو قتل کرنے سے غازی کا لقب ملتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جو اس فتنہ کی چنگاریوں سے بچنے کے لیے اس سارے ماحول سے کنارہ کش ہو جائے اور اللہ کی عبادت کا راستہ اپنا لے اور اللہ سے عافیت کا طلبگار ہو۔

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق میں چھ چیزوں سے فساد پیدا ہوتا ہے (1) انسانوں کی آخرت کے عمل میں نیت کی کمزوری سے (2) ان کے بدن خواہشات کے تابع ہیں۔(3) موت قریب ہونے کے باوجود بڑی بڑی امیدیں لگائے رہتے ہیں۔(4) یہ لوگ اللہ کی رضا پر مخلوق کی رضا کو ترجیح دیتے ہیں (5) اپنی خواہشوں کی تابعداری کرتے ہیں اور سنت نبوی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں (6) اسلاف کی معمولی لغزش کو اپنے لیے حجت سمجھتے ہیں اور ان کے بیشتر نیک کاموں کو چھپاتے ہیں۔

باباجی کا دورۂ راولپنڈی

(عبدالکریم توحیدی)

امسال بھی باباجی نے راولپنڈی سے اپنے تبلیغی دوروں کا آغاز کیا۔ باباجی بذریعہ ٹرین احمد رضا بھائی کی معیت میں جمعۃ المبارک بتاریخ 14-10-2016 کو دن 12 بجے راولپنڈی ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ وہاں سے آپ خواجہ ولی محمد صاحب کے گھر تشریف لائے۔ باباجی بھائیوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کیلئے نکلے تو راستے میں عزیز عارف بھائی ملنے آئے۔ اُن کی شدید بیماری کی بناپر ملنے کے بعد باباجی نے انہیں راستے ہی سے واپس لوٹا دیا۔ نماز کے بعد مزید بھائی تشریف لائے اور دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ نمازِ مغرب کے بعد حلقہ ذکر خادم حلقہ راولپنڈی پیر خان صاحب نے کرایا۔ باباجی نے ملک وملت کی سربلندی، بھائیوں کے روحانی ترقی، مرحومین کے درجات میں بلندی کیلئے خصوصی طور پر دعا مانگی۔ نمازِ عشاء کے بعد کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ اور بعد میں باباجی نے بھائیوں کو وعظ ونصیحت کی اور فرمایا کہ ہمیں چاہئے کہ ہم پہلے مسلمان بنیں کیونکہ صحابہ کرامؓ صرف مسلمان تھے۔ اُن میں نہ کوئی بریلوی تھا، نہ دیوبندی، نہ اہل حدیث اور نہ کچھ اور۔ صحابہ کرامؓ کی پیروی ہی اصل دین ہے۔ رسول اللہؐ اور دین اسلام کو جتنا صحابہ کرامؓ نے جانا اور سمجھا وہی اصل ہے اس کے علاوہ ہمارے لئے صحیح راستہ کوئی نہیں۔ سب سے پہلے ہم مسلمان بنیں، مومن اور ولی اللہ کا درجہ تو بعد کا ہے۔ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو ایسا حلقہ ملا جس کی تعلیم حضور اکرمؐ کے قریبی دور جیسی ہے۔ ممبر پر ہر خطیب دوسرے فرقے کو کافر اور اپنے آپ کو ناجی کہتا ہے پھر مسلمانی کہاں گئی۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے۔ مسلمان بنیں اور مسلمانوں والی خوبیاں اپنے اندر پیدا کریں۔ ایک صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا مسلمان وعدہ خلاف ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا کہ ہاں! انسان ہے کبھی ایک آدھ مرتبہ غلطی ہوسکتی ہے۔

پھر اُس صحابی نے پوچھا کہ کیا مسلمان بد دیانت ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! صحابی نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ مسلمان کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا یعنی اسلام میں جھوٹ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ایک بھائی نے سوال کیا کہ مسلمان کا لباس کیسا ہونا چاہیے یعنی پینٹ شرٹ!۔ بابا جی نے بتایا کہ دینِ اسلام لباس سے متعلق صرف دو چیزیں بتاتا ہے۔ اوّل لباس جسم کا پردہ، دوئم موسم کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت۔ یہی دین ہے۔ اسلام کا اپنا مخصوص لباس نہیں۔ شلوار قمیض یہاں کا مقامی لباس ہے اسلام کا نہیں۔ حضور نبی اکرمؐ شلوار کی بجائے عرب دستور کے مطابق تہ بند استعمال کرتے تھے۔ ہاں اللہ نبی کی بات کے حق میں چٹان بن جائیں اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہ کریں۔ کسی بھائی نے اس موقع پر بتایا کہ مصر کے ایک مفتی کا فتویٰ ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی داڑھی رواجی تھی۔ عرب میں اس وقت ابولہب اور ابوجہل کی بھی داڑھی تھی۔ اس پر بابا جی نے فرمایا کہ داڑھی سے متعلق حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ دیگر مذاہب سے الگ رہنا ہے۔ دین کے یہ جو اصل عقائد اور احکام ہیں جو دوسروں سے الگ ہیں اور ہم نے اپنے دین کی پیروی کرنی ہے نہ کہ غیر مسلموں کے عقائد۔ کسی بھائی نے سود سے متعلق بات کی۔ بابا جی نے فرمایا کہ ہر چیز کی روح ہوتی ہے۔ سود کی روح یہ ہے کہ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا۔ جیسے ایک غریب آدمی کسی امیر سے سو روپے کا سود ادھار لیتا ہے۔ امیر آدمی سود کے دس روپے کاٹ کر نوے روپے غریب کو دیتا ہے اب غریب آدمی ہر مہینہ دس روپے سود کے ادا کرتا ہے۔ جب تک وہ پورے سو روپے واپس نہیں لوٹا دیتا اُس وقت تک سود ادا کرتا رہے گا چاہے سود کی مد میں پانچ سو روپے ادا کرنا پڑیں۔ یہ ظلم ہے اور یہی سود ہے۔ رات تقریباً 10 بجے تک محفل جاری رہی۔

15-10-2016 کو خواجہ صاحب کے ہاں ناشتہ کے بعد گپ شپ شروع ہوئی۔ بابا جی سے کچھ پیر بہنیں ملاقات کیلئے تشریف لائیں۔ اٹک کے بھائی قدرت اللہ کے سوال کے جواب میں

بابا جی نے فیض دینے سے متعلق فرمایا کہ فیض دینا ہر آدمی کی روحانی ساخت پر منحصر ہے۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ فیض دیا جا رہا ہے کہ نہیں اس بارے بابا جی نے بتایا کہ فیض دیتے وقت بعض اوقات دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ محسوس بھی ہوتا ہے۔ فیض دینے والا خود باعمل ہو۔ آپ عمل تو کرتے ہیں بس یقین قوتِ ارادی اور اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ پاک نے شیطان کو ہم پر تا قیامت مسلط کر دیا ہے۔ اس میں بڑی حکمت ہے۔ شیطان کو بڑے اختیارات بھی دیے ہیں اور ہمیں بتا بھی دیا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اِس کی پیروی نہ کرنا۔ دشمن تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُسے نہیں دیکھ سکتے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ انسانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹاؤنگا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ جو تمہارا کہنا مانیں گے اُن سب کو تمہارے ساتھ جہنم میں ڈالوں گا۔ جو رحمٰن کے بندے ہیں وہ تیرا کہنا نہیں مانیں گے۔ اسلام کہتا ہے کہ تم ہی کامیاب ہو گے اگر تم مومن ہوئے۔ اس کے برعکس خسارہ ہے۔ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں پچھلی صدی میں ایسا بندہ دیا کہ جنت کا حصول آسان ہو گیا۔ راستہ اور طریقہ بتا دیا۔ وہ طریقہ جو حضورؐ کے دورِ مبارک میں رائج تھا۔ تم بھی اِس تعلیم پر عمل کرو تم بھی قرونِ اولیٰ کے ایمان کی سی حلاوت پاؤ گے۔ عمل شرط ہے۔ مسلسل جدوجہد ہے۔ نتائج پر اختیار نہیں، یہی تقدیر ہے۔ ہمارا تقدیر پر عمل کے ساتھ ایمان ہے۔ مرتے دم تک عمل کیے جاؤ۔ قرآن پاک میں آیا کہ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ ترجمہ: تم نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، لہٰذا ساری زندگی بھرپور عمل کرتے رہو۔

نمازِ مغرب کے بعد بابا جی نے قبلہ انصاریؒ کی تعلیمات کا جامع تذکرہ فرمایا:

ذکر نفی اثبات: ہر مرید کم از کم ایک تسبیح روزانہ نمازِ مغرب سے لے کر طلوعِ آفتاب سے پہلے تک یہ ذکر کرے۔ تہجد کا وقت اس ذکر کیلئے انتہائی فائدہ مند ہے۔ اس ذکر کے بارے مزید فرمایا کہ یہ ذکر تین طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ہمارا ذکر کا طریقہ جہر ہے۔ لیکن وقت اور جگہ کا لحاظ بھی رکھنا ہے۔ اگر کوئی بیمار ہو، طالبعلم پڑھائی کر رہا ہو یا کوئی سویا ہوا ہو تو

ان کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔اس موقع پر آپ جلی ذکر کریں یعنی اتنی آواز ہو کہ آپ خود سُن سکیں اور دوسرے تنگ نہ ہوں۔اگر آپ مسافر ہیں اور ٹرین بس وغیرہ میں سفر کر رہے ہیں تو خفی ذکر کریں یعنی سانس کے ساتھ، کسی دوسرے کو پتہ نہ چلے۔

پاس انفاس: اصل ذکر پاس انفاس ہے جو اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔قرآن پاک میں ہے: وَاذْكُر نَفْسَكَ...... وَلَا تَكُونَ مِنَ الْغَافِلِينَ۔سب اولیاء کرامؒ نے یہی ذکر کیا۔ایک لمحہ بھی اللہ کی یاد کے بغیر گزارنا منع ہے۔پاس انفاس کا ذکر زبان کی بجائے سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔سانس کی آواز کان سُنیں اور دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔یہ مشکل ہے۔طلب سچی ہو تو ہو جاتا ہے۔کوشش کریں فارغ وقت میں۔شکاری کتے کی طرح داؤ لگا کر بیٹھیں جونہی وقت ملے یہ ذکر کریں۔اس طرح عادت ہو جائے گی۔پھر آپ کام کے ساتھ بھی یہ ذکر کریں گے۔اس ذکر کے عادی ہونے کے بعد نماز صحیح ادا ہوتی ہے۔بقول حضرت باہوؒ: جو دم غافل سو دم کافر۔

درود شریف : روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنا ہر توحیدی کیلئے لازمی ہے۔ترتیب اپنی مرضی کی ہے۔یعنی ایک مرتبہ دن رات کے کسی وقت پڑھ لیں یا ہر نماز کے ساتھ دو سو مرتبہ پڑھیں یا جیسے سہولت ہو۔ بانی سلسلہ قبلہ انصاریؒ **صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه** پڑھتے تھے تاہم مرید کو اجازت ہے جو درود شریف پڑھنا چاہے پڑھ لے۔درود شریف پیار و محبت کے ساتھ پڑھیں۔محبت کے ساتھ اور یہ محسوس کریں آپ روضے کے سامنے بیٹھ کر درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ذکر بھی شوق و پیار سے کریں۔جتنا شوق اور پیار ہوگا اتنا ہی فائدہ۔

حضور نبی اکرمؐ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ چار چیزوں کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی: 1) مکارمِ اخلاق، 2) جھوٹ سے مکمل پرہیز، 3) دھوکہ دہی سے اجتناب، 4) بد دیانتی سے دوری۔اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے نبی اخرالزماںؐ کو مبعوث فرمایا۔حقوق اللہ سے متعلقہ موٹی موٹی باتوں پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہے۔جبکہ حقوق العباد سے متعلقہ تمام باتوں پر عمل کرنا روحانی ترقی کیلئے انتہائی ضروری بلکہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔دھوکہ دہی، وعدہ خلافی،

بد دیانتی، گالم گلوچ اور جھوٹ سے مکمل پرہیز و اجتناب ۔بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان جھوٹا ہو نہیں سکتا لومڑی پن چھوڑیں، سیدھے مسلمان بن جائیں ۔ایک جھوٹ چھپانے کیلئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں ۔وقت کی پابندی بھی مسلمان کیلئے ضروری ہے ۔پانچ نمازیں وقت کی پابندی سکھاتی ہیں ۔کائنات کا سارا نظام وقت کا پابند ہے ۔چرند پرند اور باقی تمام جانور وقت پر رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور وقت پر اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹتے ہیں ۔نباتات اپنے وقت پر پیدا ہوتے ہیں اور پھلتے پھولتے ہیں ۔گرمیوں کی سبزیاں پھل وغیرہ سردیوں میں نہیں کاشت ہوتے اور اسی طرح سردیوں کے گرمیوں میں نہیں ۔(آج کل مصنوعی بیجوں اور کھادوں کی مدد سے کچھ سبزیاں دوسرے موسم میں پیدا کی جاتی ہیں لیکن اُن کی پیدائش و افزائش کیلئے پہلے سازگار ماحول بھی مہیا کیا جاتا ہے)اسی طرح اجرام فلکی اور دیگر جمادات بھی پابندیٔ وقت کے خوگر ہیں ۔

ہماری تعلیم کے مطابق دو چیزیں اپنانی ہیں یعنی محبت وصداقت ۔اور دو چیزیں چھوڑنی ہیں یعنی غصہ و نفرت ۔محبت وصداقت کو مکمل طور اپنانا ہے ۔لیکن جہاں محبت وصداقت کا ٹکراؤ ہو جائے وہاں محبت کو صداقت پر قربان کرنا ہے ۔اصل چیز صداقت ہے اس کو کبھی نہیں چھوڑنا ۔ محبت صداقت کا ذیلی شعبہ ہے اور صداقت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے ۔سلیبس پر عمل کرنا ہے ۔ ان باتوں کا خاص خیال رکھنا ہے ۔غصہ کو دبانا ہے مکمل طور پر ختم نہیں کرنا ۔کنٹرول کرنا ہے جہاں ضرورت ہو وہاں غصہ کا اظہار کرنا ہے ۔لیکن دل سے نہیں ،صرف اوپر اوپر سے ۔نفرت سے نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔اللہ سے محبت ہو اور اُس کی مخلوق سے نفرت کیوں ۔یہ بڑے شرم کی بات ہے ۔غصہ سے اپنا دل کڑھنا اور وقت کے ضیاع کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ اللہ معاف کرنے اور پیار کو پسند کرتا ہے ۔آپ بھی اپنے محبّ کی عادت کو اپنائیں ۔یہ کام ابھی شروع کریں یعنی عالمگیر محبت ۔مسکراہٹ صدقہ ہے ۔محبت ہے تو صداقت اپنائیں ۔سچ سچ ہے، یہی اصل کردار ہے ۔اس تعلیم پر عمل کریں ۔اللہ مل جائے گا ۔بس ابھی سے تہیہ کرلیں ۔

حلقہ ذکر کے بعد نمازِ عشاء اور طعام کے بعد باباجی نے احمد رضا بھائی کو دعوتِ خطاب دی۔

انہوں نے بڑے دلنشین طریقہ سے توحیدی بزرگوں کی باتیں دہرائیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا صد شکر کہ اُس نے ہمیں انسان اور مسلمان بنایا اور حیات بعد الموت کا شعور دیا کہ یومِ آخرت کو حساب بھی ہوگا۔کوئی آدمی جنتی ہے یا دوزخی اِس بات کا فیصلہ یومِ حساب کو ہی ہوگا۔جن لوگوں یا اقوام کو آخرت کا شعور ہی نہیں وہ تو دوزخی ہونگے۔چائنا اور روس وغیرہ دھریا ہیں۔اِن کا تصورِ آخرت ہے ہی نہیں۔ہم خوش نصیب ہیں کیونکہ ہمیں آس و اُمید ہے کہ کلمہ کی نسبت سے جنت مل جائے گی۔یہود و نصاریٰ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔(یہ جزوی بات ہے،مجموعی عقائد میں ہمارا اُن سے اختلاف ہے اسی بنا پر ہمارا دین بھی الگ ہے) روحانی مدارج بعد کی بات ہے۔ لاہوت، ہاہوت اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے مدارج ہیں۔بس اِک دوڑ ہے اوپر جانے کی۔ اللہ والے جنتوں سے بھی اوپر کی دوڑ میں شامل ہیں۔ہم بھی اِسی دوڑ میں ہیں۔اللہ کی لقاء، معرفت،قرب، دیدار ذاتِ بحت یہی دوڑ ہے۔پیسے والے مزید سے مزید کی جستجو میں ہیں۔ دنیا کیلئے جدوجہد ومشقت ہے تو اِسی آخرت کیلئے بھی ہے بلکہ اِس سے بھی زیادہ محنت ومشقت کی ضرورت ہے۔کیونکہ منزل ومراد بھی تو سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔سادہ سی بات ہے جتنا بڑا مقصد ہوگا اُسی قدر محنت ومشقت درکار ہوگی۔دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ہمارے بزرگوں نے ہمیں سابقون والا سلیبس دیا ہے۔اِس کی قدر کریں کہ اِس گئے گزرے دور میں کتنی قیمتی چیز ہمارے ہاتھ آگئی لہٰذا توحیدیہ تعلیم پر دل وجان سے عمل کریں۔جو حلقۂ توحیدیہ میں ہونے کے باوجود سستی کرے گا،اُس کو پچھتاوا بھی بڑا ہوگا،اُس کی محرومی بھی زیادہ ہوگی۔

پنڈی کا رہائشی اسلام آباد میں جانا چاہتا ہے اور اسلام آباد والا نیو یارک یعنی مزید سے مزید اعلیٰ سے اعلیٰ کی تلاش وجستجو ہے۔ اسی طرح توحیدیو!مزید سے مزید کیلئے جدوجہد کرو تا کہ کل پچھتاوا نہ ہو۔قبلہ انصاریؒ کی تعلیم ایک مکمل پیکج ہے جو کہ مشتمل ہے ذکر اور اخلاق پر۔ ہم پورے طور پر اِس پر فٹ نہیں ہیں۔کہیں نہ کہیں کوئی کمی ہے۔ذکر، اخلاق، مجاہدہ۔ذکر: پانچ نمازیں، نوافل اور تہجد کے نوافل، تلاوتِ قرآن حکیم یعنی ترجمہ وتشریح اور غور وفکر بھی،

صاحبِ حیثیت کیلئے حج اور موقع ملے تو جہاد ہے۔ چونکہ ہم تو حیدی سابقون کے متمنی ہیں تو مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مجاہدہ کیا ہے؟ قطع ماسویٰ اللہ ہے۔ یعنی اللہ کے خیال کے علاوہ کوئی اور خیال ہمارے دل میں جڑ نہ پکڑنے پائے کوئی خیال آئے تو اُسے فارغ کر دیں پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ یہ خواہش سے ہوگا لہٰذا پہلے یہ خواہش اپنے نفس میں بیدار کریں۔ یہ دل کا ذکر ہے جو زبان کے ذکر سے بہتر ہے اِسی کو پاس انفاس کہتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ نے پرانے طریقوں کا عرق نکال کر ہمیں دے دیا ہے۔ ورنہ بہت سارے لوگوں نے قطع ماسویٰ اللہ کا مطلب یہ لیا کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دینا ہے اور باقی لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا ہے۔ اِس طرح تو ہم دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔

قطع ماسویٰ اللہ کے بعد تسلیم و رضا ہے۔ دکھ، پریشانی زندگی کا حصہ ہے۔ نواز شریف ہو یا اوباما، ہر کسی کو بیشار پریشانیاں لاحق ہیں۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی پلاننگ ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ ہر تکلیف یا پریشانی اللہ نے ہمارے حصہ میں لکھ دی ہے لہٰذا سرِ خم تسلیم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ راضی ہیں جو کچھ بھی ہو۔ منفی خیال دل سے نکال دیں۔ ہر دکھ، پریشانی دور کرنے کیلئے بھرپور کوشش کریں لیکن نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں بس وہ خوشی سے قبول کریں۔

تو حیدی مجاہدہ میں چار چیزیں (یعنی غصہ و نفرت سے چھٹکارا اور محبت و صداقت کو اپنانا) بنیاد ہیں۔ اخلاق کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ آنکھ کا اشارہ بھی تمسخر ہے۔ میں مسجد میں بیٹھے ہوئے پھیل جاؤں اور دوسرے کے بیٹھنے کیلئے جگہ کم پڑ جائے یہ بھی اُس کیلئے تکلیف دہ چیز ہے۔ کسی کی عزت افزائی کیلئے بیٹھے ہوئے معمولی سا ہلنا بھی اخلاق ہے۔ حضور اکرمؐ مسجد میں کسی کی عزت افزائی کیلئے تھوڑے سے ہلے اور فرمایا کہ یہ بنیادِ محبت ہے۔ محبت کے شر سے دل سراپا نور ہوتا ہے، ذرا سے بیج سے بلندیٔ طور ہوتا ہے۔ باباجی نے محبت پر صداقت کا چیک رکھا ہے۔ آپ کے کردار میں محبت زیادہ ہوگی تو غصہ و نفرت کم ہو جائے گی۔ یہ چاروں ایک ہی ہیں۔

مرشد سے رابطہ کرنا بہت ضروری ہے اور یہ کردار بنانے اور سلوک طے کرنے کیلئے انتہائی مفید ہے۔ پنجابی کہاوت: کھوہ وگدیاں دے۔تے ساگ رِشتیاں دے۔ ہماری تعلیم کے مطابق ہر مرید کیلئے ضروری ہے کہ شیخ سے رابطہ کیلئے خط لکھیں۔اب موبائل کی بھی سہولت ہے۔بہر حال اب بابا جی آپ کے پاس آپ کے شہر میں آئے ہیں اب تو ملیں۔گھر میں رویہ بہتر بنائیں، کاروبار اور دفتر میں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ ہر کام خوب محنت سے کریں۔ کام کو بوجھ نہ سمجھیں۔ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا: **اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ**۔ صرف ذکر کافی نہیں۔کمائی سے ڈھائی فیصد حلقہ فنڈ ہر مہینہ ادا کرنا ہر بیعت شدہ بھائی کیلئے ضروری ہے۔اللہ کی راہ میں کم از کم خرچ کرنے کا حکم یہی ڈھائی فیصد ہے جو زکوٰۃ کی صورت میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔علاوہ ازیں قرآن پاک میں خرچ کرنے کے متعلق اور بہت سارے احکامات بھی ہیں۔مثلاً، جو چیز محبوب ہے وہ خرچ کرو۔جو مال تمہاری اپنی ضرورت سے زائد ہے وہ خرچ کرو۔سب دے دو، جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا سب مال دے دیا۔غزوہ تبوک کے واقعات سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے متعلق ہمیں ہر قسم کی معلومات ملتی ہیں جو ہمارے واسطے بہترین پیمانے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ نے سارا مال دیا، اور بوری کا لباس زیب تن کیا۔اس پر حضرت جبرائیلؑ آئے اور فرمایا آج آسمانوں پر سب فرشتوں نے یہی لباس پہنا ہے۔حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف مال دیا۔حضرت عثمانؓ نے کئی اونٹ، بہت سارا غلہ پیش کیا اور کئی تھیلیاں اشرفیوں کی آپ ﷺ کی جھولی مبارک میں ڈالیں۔آپؐ نے حضرت عثمانؓ کیلئے اس موقع پر خصوصی دعا فرمائی۔اسی طرح باقی صحابہؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ایک غریب صحابی نے ایک یہودی کے باغ میں رات کے وقت کام کیا اور مزدوری میں جو کھجوریں ملیں وہ پیش کیں۔اس پر کفار و یہود نے ازراہِ مذاق کہا کہ اسلام کیسے ایسے غرباء کے ساتھ جہاد کرے گا۔آپؐ نے وہ کھجوریں سارے ڈھیر کے اوپر بکھیر دیں اور فرمایا یہ کھجوریں برکت ہیں۔اسلام جمع نہیں کرنے دیتا ہاں مشکل وقت کیلئے کچھ رکھنا بھی جائز ہے۔گورے یہ راز جان چکے ہیں کہ قوم کی فلاح و بہبود

پیسہ خرچ کرنے میں ہے نہ کہ جمع کرنے میں ۔بل گیٹس جتنی رقم تعلیم اورغربت پرخرچ کرتا ہےوہ پاکستان کے بجٹ سے زیادہ ہے۔بل گیٹس کے پیسے سے خیبر سے گڈانی تک پولیو قطرے پلائے جاتے ہیں ۔لہٰذا اجتماعی فائدے کیلئے پیسہ لگائیں ۔خوب خرچ کریں اور دل صاف کریں۔ اللہ صاف جگہ آتا ہے۔عمل کی بات ہے ۔ہمارا سلسلہ عمل پر زور دیتا ہے۔ہمارے حلقے کےعلاوہ ہرطرف پیٹ کا رولا ہے۔جاہ وحشمت،حکومت کا مسئلہ ہے۔دنیوی فوائد کیلئے ہمارے سلسلہ میں نہ ہی بیعت کیا جاتا ہے اور نہ ہی بھائیوں کی یہ سوچ ہونی چاہیے۔بقول انصاری صاحبؒ (دنیوی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے مرید ہونا بیکار ہے کیونکہ کسی ولی یا پیر میں یہ طاقت ہرگز نہیں ہوتی کہ مفلسوں کو مالدار کردے،یا بیماروں کو تندرست کردے۔)یہ سلسلہ قیمتی ہے اِدھر اللہ کےعلاوہ کچھ نہیں ۔باباجی ڈارگی دعا بڑے غور کے قابل ہے۔یا اللہ مسلمانوں کو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں جیسا ایمان وقوتِ عمل عطا کر۔جبکہ ہم کافروں کی تباہی کیلئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ کافروں کو تباہ نہیں کرے گا۔کیونکہ وہ طاقت وحکومت کے حقدار ہیں ۔انہوں نے اپنا زائد مال خرچ کر کے سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے۔کمال مہارت سے وہ دنیا کے تمام وسائل پر قابض ہورہے ہیں ۔وہی لائق اور انصاف پسند لوگ ہیں۔کیا اللہ لائق،محنتی اور دیانتدار کافروں سے طاقت وحکومت چھین کر نا اہلوں کے حوالے کرے گا۔یہ تو ناانصافی کی بات ہے۔اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔لہٰذا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں جیسی خوبیاں پیدا کریں۔ یہی توحیدیہ تعلیم ہے۔اس طرح دل میں نرمی پیدا ہوگی ۔اس کے بعد ترانہ توحیدیہ پڑھا گیا۔ اور محفل برخاست ہوگئی۔

بروز اتوار ناشتہ کے بعد باباجی نے الوداعی دعا فرمائی۔اس کے بعد باباجی عبدالوحید بھائی کی گاڑی میں بھائیوں کے ساتھ عزیز عارف بھائی کی تیمارداری کی غرض سے اُن کے گھر گئے ۔وہاں سے باباجی اور راحمد رضا بھائی گوجرانوالہ کو روانہ ہوئے۔

انسانی نفوس اور شخصیت

(سلطان بشیر محمود)

''اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار نہیں بنائے، یہ کافروں کا گمان ہے پس خرابی ہے کافروں کیلئے آگ میں''۔(سورۃ ص آیت 27)

مقصد تخلیق : قرآن پاک کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے کائنات کے ذرہ ذرہ کو پر معنی بنادیا ہے، کہ یہاں کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی یونہی فضول نہیں بنائی بلکہ تمام معدوم اور موجود اشیاء اپنے اپنے مقصد سے باہم متصل ہیں۔اس نظام میں ایک کا مقصد دوسرے کی تکمیل ہے۔اسی اصول کے تحت قیامت بھی دراصل کائنات کی تخلیق کا مقصد پورا کرنے کیلئے ظہور پذیر ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے قیامت کو "خاتمہ" کا نام نہیں دیا ہے بلکہ اس کو ایک گھڑی، الساعت یا واقعہ کا نام دیا ہے جو وجود کی ایک صورتحال کو دوسری صورتحال میں تبدیل کردے گی اور یہ تمام تر سلسلہ امر ربی (مشیت ایزدی کے حکم) کے تحت ایک باقاعدہ حساب و کتاب کے مطابق ہوگا یعنی یہ سب کچھ ہرگز اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ یہ تبدیلی موجودہ کائنات کیلئے ایک عظیم پیشرفت ہوگی اور یہ پہلے ہی سے ایک طے شدہ امر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بے شک قیامت آنے والی ہے،قریب۔میں نے اسے چھپایا ہے تاکہ ہر نفس اپنی کوشش کا صلہ پائے (سورۃ طٰہٰ آیت 15)

اچھے برے حالات اور مسئلہ تقدیر : مندرجہ بالا آیت کے مضمون کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم غور کریں کہ دنیا کا موجودہ نظام برابری کا ہی نہیں بلکہ چناؤ (Selection) پر مبنی ہے۔ پیدائش سے لیکر موت تک سبھی کچھ مقدر کر دیا گیا ہے۔کوئی کالا ہے کوئی گورا، کوئی ذہین ہے کوئی کم عقل، کوئی امارت میں پیدا ہوا کوئی غربت میں آنکھ کھولتا ہے۔پھر زندگی میں بھی

مواقع برابر نہیں۔کوشش کا پھل بھی کبھی کو یکساں نہیں ملتا۔نیکی اور برائی کا بدلہ بھی دنیا میں اعمال کے مطابق نہیں ،کبھی ظالم انعام پاتا ہےاور بے گناہ تختہ دار پر چڑھ جاتا ہے۔یعنی کھلی آنکھ سے دیکھا جائے تو دنیا کا نظام انصاف اور برابری کی بجائے چناؤ، طاقت اور ظلم کیلئے موزوں معلوم ہوتا ہے، بقاء طاقتور (Survival for the Fittest) کیلئے ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی عادل،رحیم ورحمٰن رب کیلئے ایسی دنیا کی تخلیق اس کی شان کے مطابق ہے؟

اگر نگاہ صرف دنیاوی حیات پر ہے تو یقیناً یہ سب کچھ ظالمانہ بے مقصد نظام معلوم ہوگا لیکن اگر حیات بعد الموت بھی سامنے ہے تو پھر یہ سب کچھ مواقع تقدیر کے مطابق پُر مقصد معلوم ہوگا یعنی دنیا انجام نہیں بلکہ امتحان کا ایک موقع ہے اور ہر ایک کے حالات اسکے لئے امتحانی پرچہ ہیں جو کوئی بھی جن حالات میں آنکھ کھولتا ہے یا اپنے آپ کو پاتا ہے وہ اس کیلئے انعام یا سزا نہیں بلکہ آزمائشی پرچہ ہے۔اللہ تعالیٰ کسی کو دولت،عزت اور طاقت سے آزماتا ہے اور کسی کو غربت، بھوک اور ذلت کے پرچے سے۔

اس دنیا کی مثال اسٹیج ڈرامہ کی سی ہے جس میں پروڈیوسر کسی کو بادشاہ کا کردار دیتا ہے کسی کو فقیر کا،لیکن اصل میں نہ کوئی بادشاہ ہے اور نہ فقیر، سب ہی ڈرامے کے کردار ہیں۔ایکٹر کی اہمیت اس کے رول کی وجہ سے نہیں بلکہ اس پر ہے کہ اس نے اپنا رول کتنا اچھی طرح ادا کیا۔ یہی حال ہماری تقدیر کا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے پہلے سے لکھا ہوا رول ہے۔ ہمارا امتحانی پرچہ ہے۔ہمارے اعمال اس پر ہمارا ردعمل ہیں۔اس ضمن میں یہ سمجھ لیں کہ تقدیر سبب (Cause) ہے عمل وہ اثر (Effect) ہے جو تقدیر کے نتیجے میں ہم سے پیدا ہوتا ہے۔اسلئے آخرت میں جزا تقدیر پر نہیں بلکہ ہمارے اس ردعمل پر ہوگی جس کا اظہار ہم آئی ہوئی تقدیر پر کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ وہ حالات جن سے انسانی نفس بھاگتا ہے، آخرت میں ان سے گوہر مقصود پانے کے زیادہ امکانات ہیں اور وہ حالات جن سے انسانی نفس رغبت محسوس کرتا ہے ان کا وہاں نقصان دہ ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔اس کی دنیاوی مثال سکولوں اور کالجوں

میں جا کر علم حاصل کرنے سے ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ علم زندگی میں اعلیٰ زینوں کی طرف ایک بڑا ممکنہ ذریعہ ہے لیکن بچہ سکول سے زیادہ گلیوں میں کھیل کود کو ترجیح دیتا ہے۔ ماں باپ جو تعلیم کی قدر جانتے ہیں اسے پڑھائی کی طرف مجبور کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیاوی ترقی کیلئے بھی عموماً گھر چھوڑنا پڑتا ہے حالانکہ نفس کیلئے اپنا شہر اور علاقہ زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے ان مثالوں سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اگر آنے والی زندگی میں عزت و وقار، آرام وسکون کا مقام حاصل کرنا ہے تو موجودہ دنیا کے مواقع تقدیر کو عیش کیلئے نہیں بلکہ اسی طرح استعمال کرنا ہوگا جس کے نتیجہ میں وہاں انعامات کا حصول ممکن ہو۔ اسی لئے خاتم النبیین ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے آنے والے نبیوں اور رسولوں نے انسانیت کو یہی بتایا کہ یہ دنیا رہنے کیلئے نہیں کمانے کیلئے ہے۔ یعنی آخرت کیلئے زادِ راہ بنانے کیلئے ہے۔ اس سلسلہ میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت ان تمام اشیاء سے گھری ہوئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ کے اردگرد وہ تمام اشیاء ہیں جو دنیا میں نفس کو راغب ہیں۔

لہٰذا یہاں کے حالات تجرباتی ہیں مستقل نہیں، دنیا کے انعامات اور مشکلات امتحان کے مواقع ہیں، کو ہر مقصود نہیں۔ استقلال صرف اور صرف ان اصولوں کو ہے جن کے تحت نفس کی مختلف حالات میں جانچ پڑتال کی جارہی ہے۔ ان اصولوں کی تعلیم اور یاددہانی کے لئے دنیا کے ہر عہد، ہر جگہ اور ہر قوم وقبیلہ میں اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے مسلسل انسانوں کو عملی طور پر بتاتے آئے ہیں۔ ان سب کے آخر میں نبی پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے گئے جنہیں زندگی میں پیش آنے والے ہر طرح کے حالات سے گزار کر ہمیشہ کیلئے ایک عملی مثال بنادیا گیا ہے۔ حیات بعدالموت میں کامیابی کیلئے ان کی مثال اعلیٰ ترین مثال ہے، یعنی اگر ہم مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھ لیں اور ان کے راستے پر چلتے رہیں تو آخرت کی زندگی میں کبھی بھی ٹھوکر نہیں کھائیں گے۔

یوم الدین کا مقصد: اس ضمن میں یوم الدین دراصل انسان کے حساب کتاب (Grand Comprehensive Audit) کا دن ہے۔ اس روز جو کوئی بھی اس کائنات

میں موجود رہا وہ اپنے اعمال کے مطابق انعام یا سزا حاصل کرے گا۔خواہ وہ اس کرہ ارض کا باشندہ تھا یا کسی اور ارض کا کبھی بالآخر ایک جگہ اکٹھے کئے جائیں گے،کبھی نیک و بد،غریب اور امیر،ظالم ومظلوم اپنے رب رحیم الرحمٰن کے دربار میں نتائج سننے کیلئے داخل ہو جائیں گے۔وہاں پورے عدل کے ساتھ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ہر ایک کی منزل کا تعین اس کے نتائج کے مطابق ہوگا، ہر حقدار سکون و اطمینان سمیٹ لے گا،ہر گناہگار حسرت و یاس والی نار (آگ) میں گرتا جائے گا

انسانی نفس، روح اور زندگی: اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں جو سوالوں کا سوال ہے یعنی نفس اور روح کیا ہے روح چیزوں کیلئے وہ امر ربی ہے جس کے مطابق ان کی سرشت اور فطرت تشکیل پاتی ہے اس لحاظ سے ایٹم سے لیکر جنات، ملائکہ اور انسان تک سب میں روح ہے جس سے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے قوانین کی معرفت حاصل ہوتی ہے فرق صرف مدارج کا ہے۔لیکن انسان کا معاملہ باقی تمام مخلوقات سے جدا ہے۔اسے روح کے علاوہ سب سے زیادہ عقل اور اختیار کی طاقت بھی دی گئی ہے ہمارا خیال ہے کہ جس امانت کے بارے میں سورۃ احزاب میں ذکر ہوا ہے یہ اختیار کی امانت تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بے شک ہم نے یہ امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے گریز کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔بے شک وہ بڑا ظالم اور نادان تھا۔(مقصد یہ تھا) تا کہ اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعہ آزمائش کرے) منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے O۔(سورۃ احزاب، 72-73)

اس امانتِ عقل اور اختیار کے نتیجہ میں اب جسم کے ساتھ انسانی روح کو امتحان کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور وہ معیارِ حق کے سامنے اپنی اچھائی، برائی، ترقی اور تنزلی، ماننے یا نہ ماننے، عمل یا بے عملی وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔زندگی میں اس اختیار کے استعمال کے زیر اثر روح کی جو شکل بنتی ہے اسے قرآن کریم میں نفس کا نام دیا گیا ہے۔

اختیار کی قوت کے اثرات کا جسم کے تقاضوں ، اس کی ذہنی صلاحیتوں ، ماحول ، تعلیم تربیت، عقائد خیالات اور اس کے اعمال وغیرہ پر انحصار ہے ان کے علاوہ روح پر بیرونی دباؤ بھی ہیں جو اس کو بناتے یا بگاڑتے رہتے ہیں ۔ان میں خصوصی طور پر شیطانی اثرات ہیں جن سے ہمیں بچنا ہے۔اس نظریہ کے مطابق ہم روح لیکر پیدا ہوتے ہیں اور نفس لیکر جہاں سے جاتے ہیں نفس ہی ہماری شخصیت کا اصل مظہر ہے۔

نفس اور روح کے متعلق گیارہویں صدی عیسوی کے مشہور مسلمان دانشور، عالم دین اور فلاسفر امام غزالی یہ وضاحت کرتے ہیں کہ زندگی تو مختلف عناصر کے باہمی عمل اور کیمیائی ردِ عمل کا شاخسانہ ہے اور جب عناصر میں بے ترتیبی پیدا ہو جائے تو وہ معدوم ہو جاتے ہیں لیکن نفس ایک "نوری عنصر" سے بنا ہے جو زندگی سے الگ حقیقت ہے اور یہی انسانی شخصیت کو متعین کرتا ہے یہی اس کی خودی یا ذات ہے اور جسم کے مادی عناصر سے آزاد زندہ حقیقت ہے۔

ابتدائی زندگی اور نفس کی تربیت : اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کی ابتدا تو مادر رحم میں ماں کے بیضہ کے ساتھ نطفہ کے قرار پکڑنے کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے ۔یہ خوردبینی جسم دو ہفتہ میں بڑا ہو کر ایمبریو (Embryo) کی شکل کا بن جاتا ہے جو تقریباً ایک سو بیس 120 دن (بعض احادیث میں چالیس دن) کی عمر میں انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے یہی کچھ جدید سائنس نے دریافت کیا ہے، لیکن ابھی تک وہ انسان نہیں ہوتا بلکہ ایک حیوانی وجود معرض میں آجاتا ہے ۔اس سٹیج پر اللہ تعالیٰ عالم ارواح سے اس کی روح کو بھیجتا ہے جو جسم میں اپنا گھر بنا لیتی ہے اور اختیار پانے کے بعد نفس کی منازل پر گامزن ہو جاتی ہے۔

انسانی روح + جسم کے تقاضے + ماحول کے اثرات + اختیاری قوت کا استعمال = نفس

نفس کی ہدایت کیلئے روح اولین مقام ہے لیکن ماحول، تعلیم وتربیت، ذاتی کوشش اور عقائد بھی اسے بنانے یا بگاڑنے میں بہت اہم ہیں جدید جینٹک ریسرچ (Genetic Research)

یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان کی شخصیت میں فطری صلاحیتوں کا دخل تقریباً پچاس فیصد ہے اور باقی اختیاری عوامل کی وجہ سے ہے۔ جہاں تک تعلیم وتربیت کا تعلق ہے اس کیلئے اہم ترین وقفہ بچپن کا دور ہے جس کا آغاز اسلامی تعلیمات کے مطابق ماں کے پیٹ میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بچے کا نفس اس کی ماں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ اکثر ماں باپ بچے کی زندگی کے ان نو مہینوں کو تربیت کے حوالہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ماں جو اس انسان کو دنیا میں لانے کا سبب بنتی ہے وہ بھی بچے کی زندگی کے ان نازک ترین لمحات سے بے خبر ہوتی ہے حالانکہ اس وقت وہ اپنے بچے کے نفس کی سمت اور ترقی کی راہیں متعین کرنے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے۔ اسوقت اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے بچے کیلئے جو کچھ وہ سوچے گی، اسکی طرف سے کرے گی، بچہ اس سے متاثر ہو کر وہی رخ اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن روحانی تربیت کا یہ اہم ترین دورانیہ اکثر یونہی گزر جاتا ہے، بلکہ بعض حالات میں ماں کے نفس کے شر کی وجہ سے بچے کے نفس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اسطرح ہونے والا بچہ ماں باپ کے باہمی جھگڑوں اور تناؤ سے بھی اثر پذیر ہوتا ہے۔ اسلئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے اعلیٰ سوچ اور کردار کے مالک ہوں تو ضروری ہے کہ ماں باپ انکی تربیت آغاز زندگی (Conception) کے روز سے شروع کریں، خصوصی طور پر ان کو قرآن پاک سنائیں، ان کیلئے نیک دعائیں مانگیں، خوش وخرم رہیں، اپنی زندگی میں نیکی کا خاص خیال رکھیں اور پرعزم اعلیٰ خیالات سے ان کی پرورش کریں۔

نطفہ کی چالیس دن (بعض احادیث میں 120 دن) کی عمر سے روح کا نفس والا سفر شروع ہو جاتا ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ موت کے بعد انسان کے نفس کا عالم برزخ میں ایک نئے سفر سے آغاز ہوتا ہے۔ جسم کا عارضی مکان خستہ حال ہو کر ڈھ جاتا ہے (الا ماشاءاللہ) اور زندگی اس کے ایٹموں میں بکھر کر ختم ہو جاتی ہے۔ صرف اور صرف ایک نفس باقی رہ جاتا ہے جو اپنے جسم کے ایک ایک ایٹم کو پہچانتا ہے اور اس پر گزرے ہوئے ایک ایک لمحہ سے واقف ہوتا ہے۔ ان یادداشتوں اور اپنے اعمال کا بوجھ اٹھائے وہ عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

عالم برزخ بھی کوئی جامد حقیقت نہیں ہے بلکہ وہاں کی زندگی بھی ایک اثر آفریں زمانہ ہے لیکن پیش آمدہ حالات کا انحصار موجودہ دنیا کے اعمال پر ہے۔اس سفر کی اگلی منزل پر یعنی یوم حساب کو نفس اپنے ڈیزائن کے مطابق نئے جسم کے ساتھ سامنے آ جائے گا۔

دعائے مغفرت

سید عطاء اللہ شاہؒ کے برادر نسبتی ریاض حسین بخاری

جو خالد محمود بخاری کے سسر تھے سعودی عرب میں انتقال کر گئے ہیں

ملتان سے حاجی محمد رفیق ،محمد رمضان کھیڑا اور ذوالقرنین کے چچا ملک کریم بخش

گوجرانوالہ سے مدیر ''فلاح آدمیت'' احمد رضا خان کی پھوپھی

بھائی محمد طالب کے بہنوئی

بھائی اللہ رکھا کی ہمشیرہ

بھائی اصغر علی چٹھہ کی والدہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
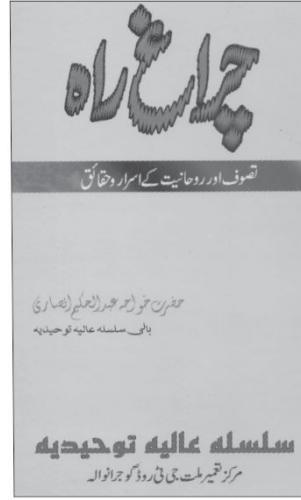
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں: ۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
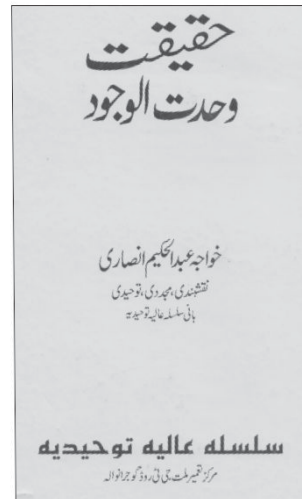
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
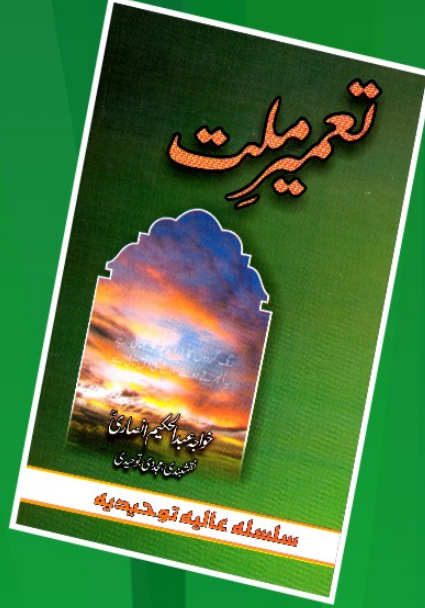
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
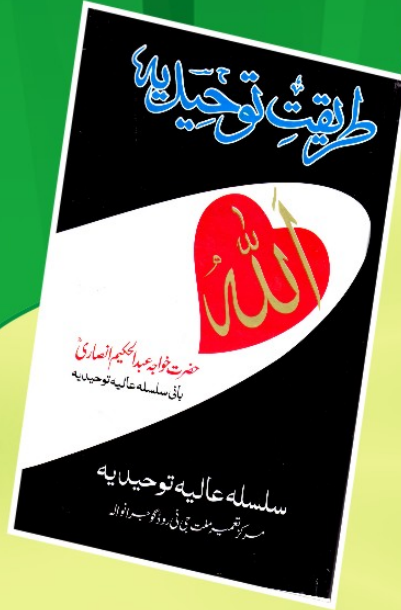
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com